غیر مقلدین حضرات کی تحریر

هدیة المهدی

مصنف حضرت مولانا وحید الزمان

مترجم

علامہ صائم چشتی

چشتی کتب خانہ

فیصل آباد

۷۸۶
۹۲

تصنیف

مترجم
صائم چشتی

چشتی کتب خانہ فیصل آباد
فون
۴۳۶۷۵۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	ہدیۃ المہدی
مصنف	علامہ وحید الزمان
مترجم	علامہ صائم چشتی
پہلی بار	جنوری ۱۹۸۷ء
تعداد	ایک ہزار
طابع	محمد لطیف ساجد محمد شفیق مجاہد
مطبع	
کاتب	اللہ دتہ جمیل رقم
صفحات	۲۲۴
سائز	۲۳/۳۶ ۱۶
ہدیہ اردو ترجمہ	۷۵/- روپے

ناشر

چشتی کتب خانہ جھنگ بازار ارشد مارکیٹ فیصل آباد

فون ۶۴۶۷۵۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا

بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا

بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا

إِلَّا أَنْ أَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

مِنْ فَضْلِهِ ۚ

آیت ۷۴

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

تصنیف و مصنّف

از مترجم

کتاب ہٰذا کے مصنّف علامہ وحید الزمان اہل علم حضرات کے نزدیک محتاج تعارف نہیں موصوف ایک بھرپور علمی شخصیت کے مالک اور غیر مقلد وہابی ہونے کے ساتھ ساتھ خود کو معتدل رکھنے کی بھی کوشش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کی جماعت کے اکثر لوگ اُن سے پورے طور پر خوش نظر نہیں آتے، حالانکہ وہ اپنی مزعومہ صحاح ستہ و دیگر متعدد کتب کے تراجم کے سلسلہ میں اُنہی کے دست نگر ہیں۔

مولانا وحید الزمان سے وہابیوں کی ناراضگی کا باعث بطور خاص یہ دو باتیں ہیں اول یہ کہ وہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت واہلبیت کے محب ہیں اور دوم یہ کہ وہ بعض مسائل میں سچی بات بھی کہہ دیتے ہیں۔

غیر مقلدین وہابیہ کے سامنے جب اُن کی کوئی ایسی تحریر پیش کی جاتی ہے جس میں اُنہوں نے حق گوئی کا فریضہ سرانجام دیا ہوتا ہے تو اس جماعت کے اکثر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں وہ پہلے شیعہ تھے بعد میں غیر مقلد ہوگئے تھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کے اس جواب میں یقیناً ایک سلیقہ پایا جاتا ہے کیونکہ اس کے برعکس ان لوگوں کا عام طور پر جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم بڑے بڑے ائمہ کی تقلید نہیں کرتے وحید الزمان وغیرہ کون ہوتے ہیں، حالانکہ بات تقلید کی نہیں بلکہ دلائل کی ہوتی ہے،

بہر حال! یہ اِن کا اپنا معاملہ ہے اس کتاب کے بارے میں صرف یہ عرض

کرنا ہے کہ یہ کتاب بقول اُن کی جماعت کے اُن کے شیعہ ہونے کے زمانہ کی نہیں بلکہ ابتداء سے آخر تک پوری کتاب اُن کے غیر مقلد ہونے پر شاہد عدل ہے۔

اِس کتاب میں اُنہوں نے بار بار اپنی جماعت کا تذکرہ اہل حدیث جماعت کے نام سے کیا ہے اور مقلدین حضرات کے مسلک خاص طور پر مسلک احناف پر طعن و تشنیع کے تیر بھی برسائے ہیں۔

علاوہ ازیں اُنہوں نے وہابیہ کے مقتدایان اعظم ابن تیمیہ، ابن قیم اور شوکانی وغیرہ کی تعلیمات کو اُجاگر کرنے کی کوشش بھی کی ہے اور متعدد بار اِس جُملہ کی بھی تکرار کی ہے کہ اِس کتاب سے ہمارا مقصد اپنے اہل حدیث بھائیوں کی مدد کرنا اور اُنہیں بدعقیدگی سے بچانا ہے۔

بایں ہمہ اُنہوں نے اپنے دلائل کو کتاب وسُنت کی روشنی میں مُستند کرنے کا دعویٰ بھی کیا ہے جو اُن غیر مُقلدین وہابیہ کے لئے یقیناً قابل قبول ہونا چاہئیں جو فقہاء متقدمین کے مقابلہ میں براہ راست کتاب وسُنت سے مسائل اخذ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

چُونکہ علامہ موصُوف نے یہ کتاب اپنے اہل حدیث بھائیوں کی مدد کرنے کیلئے بزعم خویش کتاب وسُنت کی روشنی میں ترتیب دی ہے اِس لئے ہم نے اِسے اُن کے بھائیوں کے استفادہ کے لئے بالخصوص اور فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کے لئے بالعموم اردو زبان میں ڈھال دیا تاکہ علماء کے علاوہ عامتہ الناس بھی اِس سے مُستفید ہوسکیں۔

اگر ہمارا مقصُود غیر مقلدین وہابیہ کو آئینہ دکھانا نہ ہوتا تو ہم اس کتاب پر ایک ایسا زوردار حاشیہ تحریر کرتے جس میں مُصنّف کی مقلدین حضرات پر کی گئی بعض زیادتیوں پر محققانہ گرفت ہوتی مگر ہمارے خیال میں شائد ایسا کرنے سے اِس

کتاب کی افادیت کم ہو جاتی اور ہم وہ فائدہ حاصل نہ کر پاتے جو ہم کرنا چاہتے ہیں۔

جیسا کہ ہم بتا چکے کہ ہیں کہ مصنف کے بعض متشددات سے ہمیں شدید اختلاف ہے جو انہوں نے غیر مقلد حضرات کا پیشوا ہونے کی صورت میں اس کتاب کے متعدد مقامات پر روا رکھے ہیں، تاہم اس میں بہت سا مواد ایسا بھی ہے جس میں انہوں نے اپنی جماعت کو اُن متشددات و مبالغات سے روکنے کی کوشش کی ہے جو اس سرکش جماعت کا اوڑھنا بچھونا بن چکے ہیں اور ان غلیظ عقائد کو اپنی نجات کا سامان سمجھے ہوئے ہیں، حالانکہ مصنف نے اُن عقائد کو روح اسلامی کے منافی اور مارقین و ناکثین کے عقائد سے تشبیہ دی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر موصوف کی خواہش کے مطابق وہابیہ اس کتاب کو مشعلِ راہ بنالیں تو اُن کی اپنی پیدا کردہ بے شمار مشکلات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

چونکہ مصنف وہابیہ کے اکابرین سے ایک بڑے آدمی ہیں اور انکے مطابق بات بھی کتاب و سنت کی روشنی میں کرتے ہیں اور اُن کا مقصد بھی محض اپنی جماعت کی بعض عقائد میں اصلاح کرنا ہے اس لئے کیا ہی اچھا ہو کہ یہ لوگ اپنے مصلح بزرگ کی بات تسلیم کرلیں اور اس کتاب کے مطابق اپنی اصلاح پر مائل ہو کر اہل اسلام پر کفر و شرک کے تیر برسانے سے باز آجائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ اسلام کو زبان و قلم سے کافر و مشرک قرار دے لینا تو کوئی مشکل امر نہیں مگر اس جسارت کی سزا کا تصور یقیناً انتہائی بھیانک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا ہے اس لئے کہ حصولِ جنت کا دارومدار زبانی طور پر اہلِ توحید کہلانے پر ہی نہیں رکھا گیا بلکہ اسکے اور بھی بہت سے لوازمات ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی جنت کے حقدار نے کسی مومن کو کافر کہہ دیا تو باوجود جنت کا مستحق ہونے کے اُس کے لئے جنت کا دروازہ بند ہو جائیگا اور جہنم کا

دروازہ کھل جائے گا۔

اسکے علاوہ بھی ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو توحید کی علمبرداری کرتے کرتے جہنم رسید کر سکتی ہیں جن میں سے ایک انبیاء و صالحین کی توہین و اہانت کرنا ہے۔

بہر کیف! ہمیں یہاں اس قسم کی مباحث کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ہمارا مقصود اس تصنیف کے بارے میں چند وضاحتیں پیش کرنا تھا جن میں خاص طور پر یہ بتانا ہے کہ چونکہ یہ کتاب ایک غیر مقلد وہابی نے اپنی غیر مقلد وہابی جماعت کیلئے بطورِ خاص تصنیف کی ہے اس لئے باوجود ایک اچھی کوشش ہونے کے پوری کی پوری کتاب ہمارے عقیدے کی ترجمان نہیں، نہ صرف یہ بلکہ اس کے متعدد مقامات پر ہم اہلسنت کے عقائد سے زبردست اختلاف بھی کیا ہے اور وہابیہ کے بیشتر عقائد کو مبنی بر صحت قرار دیتے ہوئے اُن کی توثیق و تائید بھی کی ہے۔

بایں ہمہ اس کتاب میں کافی ذخیرہ ایسا بھی یقیناً موجود ہے جو عصر حاضر کے غیر مقلد وہابیہ کی اِنکے خود ساختہ بیشتر عقائد کے سلسلہ میں اصلاح کر سکتا ہے۔

ہو سکتا ہے ان متشددین کی بوالعجبیوں سے واقف ہو کر ان کے کچھ اصلاح پسند اور اردو خوان حضرات اس کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی اصلاح کر لیں۔ اور یہی امر ہمارے لئے باعث نجات بن جائے۔

اس لئے ہم اُن حضرات سے گذارش کریں گے جو پڑھے لکھے ہونے کے باوجود اپنے علماء کے خود ساختہ مسائل میں اس لئے اُلجھے ہوئے ہیں کہ اُنہیں یہ سب کچھ توحید خالص کے نام سے پیش کیا جاتا ہے کہ وُہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں اور دیکھیں کہ مسلمانوں کی اکثریت کو جن امور کی وجہ سے مشرک قرار دیا جاتا ہے وُہ سرے سے شرک کے زمرہ میں آتے ہی نہیں اور اُنہیں شرک کہنا گمرہ متشددین کی صریحاً زیادتی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ہماری اس کوشش کو بار آور فرمائے اور غیر مقلد وہابیہ کے موجودہ عقائد کی اصلاح کا باعث بنائے، آمین ثم آمین،

نیاز کیش

صائم چشتی فیصل آباد، ۸۶-۱۲-۲

خُطبہ

تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں شرائع اسلام کا علم عطا فرمایا اور حلال و حرام اور صحیح معاملات و احکام کی معرفت پر برانگیختہ کیا اور جس نے اِس میں غور و فکر کیا اور اس کی اِتباع کی اُس کے لئے دارالسلام اور جس نے اِسے چھوڑا اور اِس کی مخالفت کی اُس کے لئے دارالانتقام مقرر فرمایا۔

وُہ لائق ستائش جس کی تعریف و ستائش کا حصر کلمات او ... ادات کی وُسعت نہیں کر سکتی، اور درُود و سلام ہو صاحبِ فیوض و برکات، سیدِ مخلوقات ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰے... پر جن کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے اور آپ کی آل پر اور اہلِ صدق و سعادت و یقین اصحاب و انصار پر میں گواہی دیتا ہُوں کہ بیشک اُس کے سوا کوئی معبود نہیں کہنے والا اپنے مطلوب کے ساتھ فائز ہوتا ہے اور اِس کے ساتھ اپنے محبُوب کا قرب حاصل کر لیتا ہے، اور گواہی دیتا ہُوں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اُس کے بندے اور رسُول ہیں اور اُس نے انہیں اِس پر داعی اور اِس کے ساتھ دلیل بنا کر بھیجا ہے، پس آپ نے اِس کے ساتھ حجت قائم فرمائی اور محجت کو واضح کیا اور اس کے ساتھ پوشیدگی کو کھولا اور اصنافِ علوم شرعیہ اور دقائقِ حکمتِ عملیہ اور سیاسیہ کی جامع کتاب کے تحفہ کے ساتھ اُمت کو مخصوص فرمایا، اور اِس کے ساتھ ہدایت کے پرچم بلند فرمائے۔

پھر وحی غیر متلو کے ساتھ جو اس میں خفی و جلی تھا حنیفیت سے اُس کے زنگ کو دُور کیا کیونکہ وُہ اپنی خواہش سے نطق نہیں فرماتے مگر وُہ جو اُن پر وحی کی جاتی ہے، الٰہی! ہمیں اس کے ساتھ قیامت تک عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور دونوں کو ہمارے لئے بہتر امام اور پیشوا بنا۔

اِس کے بعد یہ گنہگار اور بے بضاعت بندہ جس کے پاس ذنب و عصیان کے سوا کچھ نہیں لوگوں کے درمیان دعوت دینے والا وحید الزمان سامحہ الرحمٰن کہتا ہے میں نے دنیا سے زمانے کا طویل حصّہ اور اپنی عمر سے جملہ جلیلہ خرچ کیا اور میں نے کتاب و سنت کا مطالعہ کیا اور دونوں کے اسرار میں کُتب ائمہ سے غور و فکر کرتے ہوئے کتب حدیث میں سے کُتب ستہ مشہورہ کا ترجمہ کیا، پھر کتاب عزیز کا لُغت ہندیہ یعنی اردو زبان میں ترجمہ کیا، مجھے اُمید ہے کہ ہند اور سندھ کے ہمارے بھائی اِس سے فائدہ اُٹھائیں گے اور اللہ اُنہیں بھلائی کی توفیق دے گا، اور قیامت کے لئے احسن ذخیرہ سے سعی بنائے گا۔

پھر میں نے دیکھا کہ بحمد اللہ حدیث کے ساتھ اشاعت عمل اور اس پر بطورِ خاص ہندوستان کے لوگ کوشش کرتے ہیں، اور بیشک اُن پر دین کی وجوہ اور بدعتی مقلدین کی ظلمت کھل گئی، اور زمین انوارِ ہدایت و یقین کے ساتھ نور ہو گئی اور عاملین حدیث کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، اور مقلدین پر طعن و ملامت کر رہے ہیں، یہاں تک کہ کوئی چھوٹی اور بڑی بستی ایسی نہیں جہاں زیادہ یا کم اہلحدیث جماعت نہ ہو، تقلید کے طوق اُتر رہے ہیں اور اس کے پرچم سرنگوں ہو رہے ہیں"

وہابیہ کی زیادتیاں

سوائے اِس کے کہ ہمارے بعض اہلحدیث بھائی دین میں غلو کرتے ہیں اور

بت‌رکوں اور مومنوں میں تمیز نہیں کرتے۔ اور مجتہدین کے درمیان اختلافی مسائل میں شدت اور سختی اختیار کرتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ اصولِ دین کے علم سے التزام نہیں کرتے۔ اور جو ظن وتخمین سے ظاہر ہوتا ہے اُسے بیان کر دیتے ہیں۔

پس مجھے میرے پروردگار نے الہام کیا کہ میں عقائد و اصول کے مسائل میں ایک جامع اور مختصر کتاب تالیف کر دوں، جو کہ حق مقبول ہے، اور اس کا نام ہدیۃ المہدی رکھوں جو کہ ہمارے امام مہدی علیہ وعلیٰ آبائہ من الف تحیۃ والسلام کے حضور میں ہدیہ ہو۔

واللہ یھدی بہ

انشاء اللہ جو حق و انصاف کا طالب ہوگا وہ مکابرہ اور بے راہ روی سے اجتناب کرے گا۔ الٰہی اس کتاب کی تالیف و اتمام میں انبیاء و صالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح مقدسہ سے میری مدد فرما۔ بطور خاص ہمارے امام حضرت حسن بن علیؑ اور ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور ابن تیمیہ۔ اور احمد مجدد الف ثانی کی ارواح سے میری مدد فرما۔

حدیث کے امام کون ہیں

فائدہ جلیلہ ، حدیث کے امام یہ ہیں امام مالکؒ، ثوریؒ، احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، اوزاعیؒ، ابن مبارکؒ، داؤد، بخاریؒ، ابن جریر طبریؒ، ان کے بعد جیسا کہ ہمارے شیخ ابن حزم، ابن جوزی، ابی اسمٰعیل عبد اللہ انصاری، اور ہمارے شیخ عبد القادر جیلانی ابن قیم پھر ان کے بعد جیسا کہ حافظ ابن حجر، شیخ ولی اللہ، شوکانی، سید علامہ۔ اور انکے درمیان بہت سے جن سب کا ذکر طوالت کتاب کا باعث ہوگا۔ اور شیخان تو وہ دونوں شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم ہیں اللہ تعالیٰ دونوں پر رحم کرے۔

ابن تیمیہ اور ابن قیم کی اصلاح

فائدہ : ہم نے اس کتاب میں ان دونوں کے بعض اقوال کا ذکر کیا ہے جن کے لئے کوئی دلیل نہیں جیسا کہ تمام مجتہدین معصوم عن الخطاء نہیں، اور نہ ہی ہمارے نزدیک کتاب و سنت کے علاوہ حجت ہے۔ بلکہ اپنے اہل حدیث بھائیوں کے دل کی تسکین و تسلی کے لئے اپنی رائے اور اجتہاد اور ان کی رائے اور اجتہاد کا اظہار مطابقت کیا ہے جو غلبۂ ظن کے لئے شہادت اہل فن کے ساتھ مجھے اس عمر میں حاصل ہوا ہے، جیسا کہ بخاری، ابن ابی شیبہ اور طحاوی وغیرہ کو تابعین اور ان کے اتباع و فتاویٰ سے حاصل ہوا باوجود اس کے یہ شرعی حجت نہیں۔

مطلب مختلف فیہ مسئلہ میں پہلا قول راجح اور دوسرا مرجوح بیان ہوگا بعض نے کہا دونوں قول برابر ہیں میں کہتا ہوں اس میں دو قول ہیں یا تین اقوال ہیں اور اس میں سوائے متعدد مقامات پہ تحریر ہونے کے کوئی اختلاف نہیں، انشاءاللہ تعالیٰ یہ آپ پر ظاہر کیا جائے گا۔

تکمیل جب آپ اس کتاب کا مطالعہ حسد و ملامت اور تعصب و تقلید سے خالص ہو کر کریں تو یہ دیکھیں کہ کیا کہا ہے اور یہ نہ دیکھیں کس نے کہا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث میں تفکر کریں۔

مثل امتی مثل مطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ

یعنی میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے میں نہیں جانتا اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔

میں نے اس کتاب کو دو جزؤں میں تقسیم کیا ہے، پہلی جز اصول ایمان میں ہے اور اس میں میں نے اہل حدیث اور جماعت کے عقائد صحیحہ ظاہر کئے ہیں اور

دُوسری جزُ اصُول قرآن و حدیث اور فقہ میں ہے، پس جب پہلی جزء میں بیان کردہ اعتقادات اہلِ سُنت سے ہونگے اور جب تُو دُوسری جُزء کا مُطالعہ کرے گا تو تیرے لئے کتاب و سُنت سے مسائل کی تخریج آسان ہو جائے گی اور تُو جن وانس کی تقلید سے مُستغنی ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے نام

عالم زمانہ کیساتھ حادث ہے تو لازماً کوئی اُسے بنانے والا ہے اور وُہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ واحد و احد اور فرد و صمد ہے نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُس کو کسی نے جنا اور نہ اسکا کفو اور جوڑا ہے، قُرآن مجید اُس کا کلام ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اُس کے رسُول ہیں اور اُس اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے بُہت سے نام شرع میں وارد ہیں اور اس پر توقف واجب ہے۔

اور اس سے اپنی رائے کے ساتھ تصرّف وجدیدیت نہ اسم وصفت میں جائز ہے نہ تنزیہ میں جبکہ رائے سے اس کا ادراک نہیں ہوسکتا۔

رہی یہ بحث کہ اسم مُسمّیٰ کا عیَن ہے یا غَیر اور یا نہ عین ہے نہ غیر اور ایسے ہی اُس کی صفات کی بحث ہے کہ یہ موصُوف کی عین ہیں یا اُس کی ذات پر زائد ہیں یا یہ کہ نہ عین ہیں نہ غیر تو بدعت محدثہ ہے۔

ہمارے اصحاب میں سے سیّد نے کہا! اُس کے اسماء اُس کی عین ہیں نہ غیر جیسا کہ خوارج اور معتزلہ کا گمان ہے اور اسماء میں سے شرع میں یہ وارد ہوئے ہیں۔

رحمان، رحیم، ملک، قدوس، سلام، مومن، مہیمن، عزیز، جبار، متکبر، خالق، باری، مصور، غفار، قہار، وہاب، رزاق، فتاح، علیم، قابض، باسط، خافض، رافع، معز، مذل، سمیع، بصیر، حکم، عدل، لطیف، خبیر، حلیم، عظیم، غفور، شکور۔

علی، کبیر، حفیظ، مقیت، حسیب، جلیل، کریم، رقیب، مجیب، واسع، حکیم، ودود، مجید،
باعث، شہید، حق، وکیل، قوی، متین، ولی، حمید، محصی، مبدی، معید، محی، ممیت،
حی، قیوم، واجد، ماجد، واحد، احد، فرد، صمد، قادر، مقتدر، مقدم، مؤخر، اول
آخر، ظاہر، باطن، والی، متعالی، بر، تواب، منتقم، عفو، رؤف، مالک الملک، ذوالجلال
والاکرام، ذوالمجد، ذوالجبروت، ذوالکبریا، ذوالعظمت، مقسط، جامع، والغنی، مغنی، مانع،
ضار، نافع، نور، ہادی، بدیع، باقی، وارث، رشید، صبور، وتر، قریب، راشد،
رب، مبین، برہان، شدید، واقی، رازق، ذوالقوۃ، قائم، دائم، حافظ، فاطر،
سامع، معطی، کافی، ابد، عالم، صادق، منیر، تام، قدیم، خفی، الالٰہ، حنان،
مغیث، مولیٰ، نصیر، قدیر، علام، اکرم، مدبر، شاکر، رفیع، ذوالطول، ذوالمعارج
ذوالفضل، خلاق، کفیل، محیط، مستعان، غالب، قاہر، اعلیٰ، غافر الذنب، قابل التوب،
شدید العقاب، رفیع الدرجات، سریع الحساب، عالم الغیب والشہادۃ، فاطر السموات
والارض، بدیع السماوات والارض، ذوالعرش المجید، فعال لما یرید، ملیک، اکبر، اعظم،
رب العرش العظیم، سید، ذاری، صانع، بادی، سبوح، طالب، بالغ لامرہ، جمیل
قاضی، احسن الخالقین، شافی، کاشف، فارج، جواد، غیاث، فالق الحب والنوی،
دیان، دہر، مسعر، الوفی، المولیٰ، ذوانتقام، طبیب، حیی، الستیر۔

اور ابن عباس نے کہا کہ سورتوں کے آغاز میں بھی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

صفات الٰہیہ

اس اللہ تبارک وتعالیٰ کی جو صفات شرع میں وارد ہوئی ہیں وہ انہی سے متصف ہے۔ ان جمیع صفات کے ساتھ نہ تاویل ہے اور نہ انکار وتشبیہ۔

اور اس کی دو انواع ہیں۔

۱۔ صفاتِ ذاتیہ قدیمہ ازلیہ جیسا کہ حیات، علم و قدرت، ارادہ و مشیّت، جلال و عزت، سمع بصر اور قوتِ کلام،

۲، صفاتِ فعلیہ بعض کے نزدیک حادث اور بعض کے نزدیک قدیم ہیں جیسا کہ غضب اور رحمت تو یہ صفاتِ ذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دو فعل ہیں تو بعض افعال پر بعض افعال کی تقدیم جائز ہے، اور امام باقر علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو دوزخ سے پہلے تخلیق فرمایا[1]،

حادث اور اُس کے اختیار کے متعلق ہمارے اصحاب سے شیخ ولی اللہ نے کہا کہ حادث بذاتہ قائم نہیں اور تعلقِ صفات میں حدوث اُس کے متعلقات کے ساتھ ہے ارادہ کا تعلق اُس کے وقوع کے ساتھ ہے یہاں تک کہ افعال ظاہر ہوں،

صفاتِ فعلیہ حادثہ سے کلام و استوا تبسّم و تعجب اُترنا چڑھنا، جانا آنا، قرب بُعد نزدیکی و دُوری، تنفس و فرحت، بشاشت و نظر، حتیٰ و حضن غیرت و غضب، بات پر ملال، حیاء و استہزا، مسخری و مکر، خداع و کید، فراغت و تردد، فضل و رحمت، اختیار و صبر، اعادۂ مخلوق، امر و نہی، استدراج، حُبّ و بغض، رضا و کراہت، اُلفت و نفرت، دوستی اور عداوت، چلنا، بھاگنا، محاضرہ و مصافحہ، اطلاع و اشراف، تکوین و خلق، عندیہ اور قلوب کا بدلنا، وعدہ و وعید، اور اس کی بعض مخلوق کا کلام سُننا، عرش کے علاوہ بعض محالات پر عارضی تجلی جبکہ اس پر تجلّی دائمی ہے اور جس صورت میں چاہے ظہور کرے،

فصل، وُہ تفصیل کی وجہ پر جزئیات و کلیّات، موجودات و معدومات، ممکنات و محالات کی تمام تر معلومات کا عالم ہے اور زمینوں کے نیچے کی حدود سے

---

[1] مجمع البحرین

بیکہ بلند آسمانوں کی طرف محیط ہے اور اُس سے آسمانوں اور زمین میں ذرہ کے برابر بھی پوشیدہ نہیں اور!

مَامِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا

یعنی کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اُس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو،
وُہ اس کے جمیع احوال اور افعال واقوال اور پھرنے اور مآل اور جانے بازگشت کو جانتا ہے جب زید پیدا ہوتا ہے تو وُہ جانتا ہے کہ وُہ پیدا ہُوا ہے اور جب وہ مر جاتا ہے تو وُہ جانتا ہے کہ زید مر گیا۔

قرآن مخلوق نہیں

فصل وُہ جب چاہتا ہے اور جس زبان کے صوت وحرُوف سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے، قرآن اور اُس کے الفاظ ومعانی اُس کا کلام ہے، اور اُس کا کلام اُس کی صفت کے لئے بذاتہٖ قائم ہے اور مخلوق نہیں، اُسی سے اِس کی ابتداء ہُوئی اور اُس کی طرف لوٹے گا، یہ قاری سے مسموع، لافظ سے ملفوظ، حافظ سے محفوظ اور تلاوت کرنے والے سے مُتلو ہے، یہ اُس کا کلام ہے جہاں کہیں تلاوت کیا جائے اور جس مقام میں پڑھا جائے اور جس کتاب میں لکھا جائے اِس کے لئے جائز نہیں کہ یہ کہا جائے کہ لفظی قرآن مخلوق ہے، یا ہمارے الفاظ وتلاوت اُس کے لئے مخلوق ہیں، یہ قول ہمارے امام احمد بن حنبل اور بہت سے اصحاب حدیث کا ہے۔

ہمارے اصحاب میں۔ سے بخاری نے کہا! ہمارے الفاظ ہمارے افعال ہیں اور ہمارے افعال مخلوق ہیں اور اس کا انکار کیا ہے کہ لفظی قرآن مجید کو مخلوق کہا جائے یہ

---

[1] ھود آیت ۵۶

کلام بنفسہ درست ہے مگر اس حیثیت سے وہم ہوتا ہے کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں ہمارے امام احمد بن حنبل نے اسے منکر دہ کہا ہے اور حسین کرابیسی نے اس قول کی مذمت کی ہے اور کہا کہ لفظیہ جہمیہ کی شرارت سے ہے، ایسے ہی حروف مکتوبہ اور اصوات مسموعہ کے لئے مخلوق کہنا جائز نہیں۔

خُدا کی آواز

حکایت، کلام اللہ سے ہے یا عبارت اُس سے ہے؟ بلکہ یہ حقیقتاً اللہ کا کلام ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ حقیقتاً کلام فرمایا ہے اور اُس کا کلام فرمانا اُس کے سکوت کے منافی صفت ہے اُس کی آواز کو ملائکہ مقربین سنتے ہیں۔

جیسا کہ زنجیر کی آواز چکنی چٹان پر چوٹ پڑنے سے عاجزی سے پست ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وھو کلمہ موسیٰ۔ اور اُس نے موسیٰ علیہ السلام سے دنیا میں بنفس نفیس کلام کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے اُس کی آواز سنی۔ اور آخرت میں لوگوں سے بغیر ترجمان کے بالمشافہ کلام فرمائے گا، اور وُہ اُس کی آواز کو دور سے بھی اسی طرح سنیں گے جس طرح نزدیک سے۔ اور کلام نفسی کے ساتھ قول فاسد ہے۔

یہ بات عبد اللہ بن سعید بن کلاب نے کی ہے اور مسلمانوں سے کسی شخص نے اُس پر سبقت نہیں کی۔

فصل وُہ جمیع صفات کمال کے ساتھ متصف ہے، اور ہر عیب و نقص اور شین سے بری ہے۔ اور تنزیہ شرعی یہ ہے کہ بے شک، وُہ احد، صمد ذات ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ کسی نے اس کو جنا اور نہ کوئی اس کا کفو ہے اور اس کی مثل کوئی شے نہیں، قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد لیس کمثلہ شیئ۔ نہ اُسے نیند ہے نہ موت نہ کھانا نہ پینا، نہ رونا نہ فرحت نہ وُہ ذکر ہے

نہ مونث، نہ یہ کہیں کہ اس کا جسم ہے نہ یہ کہیں کہ وُہ جسم کے ساتھ نہیں، یا جوہر ہے یا جوہر کے ساتھ نہیں، یا متحیز ہے اور متحیز کے ساتھ نہیں۔ یا محدود یا غیر محدود یا بسیط یا غیر بسیط، یا مرکب یا غیر مرکب یا معدود یا غیر معدود ہے جب کہ اس کے ساتھ شرعاً نہ اثبات مراد ہے نہ نفی۔

اللہ تعالیٰ کے لئے جہت و مکان کا اثبات

فصل وُہ سبحانہ، قدیم ہے اس کے وجود کے لئے نہ ابتداء ہے نہ انتہا ہے۔ اور شے اشیاء کی طرح نہیں۔ اور شخص اشخاص کی طرح نہیں، اور ناس ونفس نفوس کی طرح نہیں۔ اور ذات ذوات کی طرح نہیں اس کی حقیقت تمام حقائق کے خلاف ہے، تو اگر دنیا میں علم نہیں تو کیا آخرت میں علم ہوگا یا نہیں؟

اس میں دو قول ہیں وہ سبحانہ، فوق کی جہت میں ہے اور اس کا مقام عرش ہے اور متکلمین کا قول ہے کہ بے شک وہ نہ جہت میں ہے نہ مکان میں یہ امر شرع اور عقل کے ساتھ باطل ہے جبکہ ہر وجود کا مکان ہوتا ہے، رہا جہت تو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا اس کے لئے ثابت ہے ہاں اس کے لئے زمانہ نہیں کیونکہ وُہ تخلیق زمان سے پہلے موجود تھا اور اسے مکان کی احتیاج نہیں، فلسفیوں نے کہا نہ وُہ جہت کی طرف ہے کیونکہ وہ تھا اور مکان نہ تھا، لاجہت کے یہی معنی ہیں، اور یہ حدیث کہ میں زمانہ ہوں معنیٰ یہ ہے کہ میرے ہاتھ کے ساتھ زمانہ ہے، یعنی میں ہر چیز کا فاعل ہوں اور زمانہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا،

خُدا کی صُورت

فصل۔ اللہ تعالیٰ کے لئے صُورت یہ احسن صُورتیں ہیں وُہ ان میں تجلّی پر قادر

ہے اور جس صُورت میں چاہے ظاہر ہو۔ خَلَقَ آدَمَ عَلیٰ صُورَتِہٖ یعنی اُس نے آدمؑ کو اپنی صُورت پر پیدا فرمایا اور جو کہتے ہیں کہ صُورتہٖ کی ضمیر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے یعنی حضرت ادم کو اُن کی اپنی صُورت پر پیدا فرمایا تو یہ غلط ہے کیونکہ دُوسری روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو رحمان کی صُورت پر پیدا فرمایا۔

خُدا کے ہاتھ پاؤں

اللہ تعالیٰ کے لئے اُس کی ذاتِ مقدس کے لائق بلا تشبیہ یہ اعضاء ثابت ہیں۔ چہرہ۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ مُٹھی۔ کلائی۔ درمیانی اُنگلی کے وسط سے کہنی تک کا حصّہ۔ سینہ، پہلو۔ کوکھ۔ پاؤں۔ ٹانگ۔ پنڈلی۔ دونوں بازو۔

اور تشبیہ یہ ہے کہ اگر کہا جائے اُس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح اور اُس کی سماعت ہماری سماعت کی طرح ہے اور ایسے ہی دُوسرے اعضاء۔

خُدا کا عرش پر بیٹھنا

فصل مخلوق صفاتِ افعال سے ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ بلا واسطہ تمام اشیاء کا خالق ہے۔ اس نے افعال و فاعلین کو تخلیق فرمایا ہے ایسے ہی اُستواء یعنی اُسکا بلند ہونا یا بیٹھنا یا عرش پر استقرار و استویٰ اور زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے بعد جُمعہ کے دن عرش کی طرف اپنی شان کے لائق اِستویٰ باوجود اِس کے کہ وُہ عرش کی طرف کا محتاج نہیں بلکہ وُہ عرش اور اُس کے سوا کا محافظ و مُمسک ہے۔

خُدا کی طرف اشارا کرنا

جو وہاں اُس کی ذات کے لئے اُوپر کی جہت ثابت ہے تو اُس کی طرف اشارا

کرنا درست ہے جیسا کہ حدیث جاریہ میں ہے اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ اُس نے اُنگلی کے ساتھ اشارا کیا۔

ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ دہلوی نے اس میں غلطی کی ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ اُس کی طرف اشارا نہیں، شائد اس سے اُن کی مراد محسوسات کی طرف اشارا ہے۔

ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلندی کی جانب اشارا حسیہ شرع میں ثابت ہے جیسا کہ اُس کی طرف اشارا کرنا کہ وہ سب سے زیادہ جانتا ہے اُس کے لئے جائز ہے اور اس سے روکنا جہمیہ، معتزلہ اور فلاسفہ کی گھبراہٹ ہے۔

اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا! اللہ تعالیٰ کے لئے عرش ہے اور اُس کا عرش اس نے آسمانوں کے اُوپر ہے جیسا کہ ابوداؤد میں حسن حدیث وارد ہوئی ہے اور ھُومعکم کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مخلوق کے ساتھ مخلوط ہے تو بیشک یہ لغتاً جائز نہیں۔

اور یہ افطر اللہ علیہ الخلق اور اُس کے خلاف ہے جس پر امت کے سلف نے اجماع کیا۔

خُدا کا اُترنا چڑھنا

ایسے ہی اُس کا اُترنا اور چڑھنا ہے تو ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات دنیا کے آسمان کی طرف بذاتہ نزول فرماتا ہے پھر اپنے عرش اور کرسی کی طرف چڑھتا ہے اور جب وہ اُترتا ہے تو کیا اُس کا پہلا عرش اُس سے خالی ہو جاتا ہے اس میں دو قول ہیں پہلے قول کی طرف یعنی اُس کا عرش خالی ہو جاتا ہے حافظ ابن مندہ راجع ہے اور اُس نے کہا! اس طرف ہمارے امام احمد بن حنبل نہیں گئے۔

دُوسرے قول کی طرف ہمارے شیخ ابن تیمیہ راجع ہیں اور ایسے ہی باقی صفات

ہیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا۔

فصل۔ ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک صفاتِ فعلیہ حادث ہیں، بخاری نے کہا ان کا حدث مخلوق کے حدث کے مشابہ نہیں تو وہ اُس کے احکام و اقوال اور افعال کا حدث ہے جیسا کہ اُس نے فرمایا، کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ۔ یعنی اُسے ہر دن ایک کام ہے اور اُس کے کام پر حرکت و انتقال جائز نہیں۔

اگرچہ مکان سے مکان کی طرف حرکت و انتقال درست ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَاءَ رَبُّكَ یعنی تیرا رب آیا اور فرمایا!

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ[1]

ترجمہ! کیا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ اُن کے پاس آئے[2]

حدیث میں ہے کہ "فیأتیهم الله" بخاری نے اور ابن اثرم نے کتاب السنہ میں حضرت فضیل بن عیاض سے جو کہ اولیاء کرام اور ائمہ عظام میں سے ایک ہیں روایت کی کہ اُنھوں نے کہا! جب تجھے جہمی کہے کہ میں نے اپنے رب کے اُس کے مکان سے زائل ہونے کا انکار کیا تو کہہ دے میں مومن ہوں اور میرا رب جو چاہے کرے۔

عرش خالی ہوگیا

حافظ عبدالرحمٰن بن مندہ نے کہا! جب اللہ تعالیٰ نے نزول فرمایا تو اُس سے یقیناً عرش خالی ہوگیا اور یہ اُس کا انتقال ہے"

ابن تیمیہ سے حکایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اُترتا ہے جس طرح ہم منبر سے اُترتے ہیں۔

---

[1] البقرہ آیت ۲۱۰ [2] حالانکہ اس سے مُراد ہے کہ اللہ کا عذاب اُن کے پاس آئے۔ مترجم

حدیث میں ہے نزول کرتا ہے پھر جبار اپنی کرسی کی طرف چڑھتا ہے۔ اور چڑھنا اُترنا اور جانا آنا بغیر حرکت و انتقال کے متصور نہیں۔

ہمارے اصحاب سے شیخ ولی اللہ دہلوی نے غلطی کی ہے جب کہا کہ یہ ہمارے شیخ ابن جریر طبری کی اتباع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منتقل ہونا درست نہیں کیونکہ محال پر دلیل شرعی قائم نہیں ہوتی۔

ایسے ہی امام یافعی شافعی نے غلطی کی ہے جب اُنہوں نے مذہب سلف کے مقر ہو کر کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حرکت و انتقال سے پاک ہے۔

پھر وُہ ہمارے شیخ عبد القادر جیلانی کی طرف آیا ہے اور اب جب کہ سلف میں سے کسی نے بھی حرکت و انتقال خداوندی کی برأت نہیں کی۔

ہاں اُس کی حرکت اور انتقال بلا کیف ہے اور ہماری حرکت و انتقال کے مشابہ نہیں ایسے ہی اُس کا حدث ہمارے حدث کے مشابہ نہیں۔

حرکت و انتقال، تجلّی اور ظہور ہے

پس پہلے مقام کے علاوہ دُوسرے مقام میں اُس کا انتقال و حرکت اُس کے ظہور اور تجلی سے عبارت ہے اور وُہ بغیر مرئی کے درست ہے۔

اور اِس سے یہ کہ ہمارے امام احمد بن حنبل نے مسدد بن مسرہد کی طرف سے اپنے رسالے میں کہا ہے۔ کہ بیشک وُہ سبحانہ، جب نزول فرماتا ہے تو اُس کا عرش اُس سے خالی نہیں ہوتا اور دونوں مختلف مکانوں میں تجلی اور ظہور ہوتا ہے یا مختلف متعدد مکانوں میں تجلی فرمانا اللہ تعالیٰ کی ذات میں محال نہیں۔

بے شک ممکن کا دو مختلف مکانوں میں آن واحد میں مکین ہونا محال ہے اور میں نہیں جانتا کیا اللہ اِس عرش کے اُوپر عرش پیدا کرنے پر قادر ہے اور یہ عرش

اپنے مقام پر ثابت ہو تو پھر اُس کے اُوپر جاسکتا ہے یا نہیں ؟

اگر کہیں ہاں! تو بیشک حرکت و انتقال کو تسلیم کریں گے ۔

اگر کہیں نہیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات علو و کبیر کے لئے عجز لازم آئے گا،

اور اگر کہیں کہ اُس کے فعل پر حرکت و انتقال کے الفاظ کا کتاب و سنت میں اطلاق نہیں ہوتا تو اُن سے ہمارا جھگڑا ہے۔

پھر یہ صفاتِ فعلیہ حادثہ فی ذاتہٖ حدوث و تغیّر کو مستلزم نہیں بلکہ وُہ اب بھی حدوث و تجدد اور تغیّر و تبدّل میں ویسے ہی منزّہ ذات ہے جیسے پہلے تھا،

اور جو متکلمین نے اس کا اقرار کیا ہے کہ حادث کا بذاتہٖ قائم ہونا ممنوع ہے قطعی باطل ہے جب تک کہ بذاتہٖ تعالیٰ قیام حوادث کے امتناع پر شرعی دلیل قائم نہ ہوگی اور یہ امر غزالی، ابن فورک اور رازی کی خرافات سے ہے جن کی اتباع بڑے بڑے فلاسفہ نے کی۔ عارفوں نے کہا ہے کہ وُہ قیوم و عالم اعراض مجتمعہ میں ذاتِ واحد ہے،

خُدا لاشریک ہے

فصل، نہ اُس کے لئے تشبیہ ہے اور نہ ند ہے نہ ضد ہے نہ مثل نہ کفو ہے اور نہ واجب الوجود ہونے میں اُس کا کوئی شریک ہے، نہ تصرف و تدبیر میں اور نہ ہی استحقاقِ عبادت میں نہ علم میں اور نہ تمام صفات میں اُس کا کوئی شریک ہے جیسا کہ سمع و بصر اور اس کے علاوہ۔

شرک اکبر

فصل، شرک اکبر ناقابل بخشش ہے جب کہ شرک کرنے والا تائب ہو کر

نہیں مرے گا تو وُہ ہمیشہ آگ میں رہے گا اور اُس کی عمل صالح سے نجات نہیں ہو گی اگرچہ وُہ عمر بھر نماز روزے کا پابند رہے ، شرک اکبر کی دو قسمیں ہیں ،

۱۔ شرک فی الالوہیت اور واجب الوجود ہونے میں جیساکہ ثنیہ اور مجوسی کہتے ہیں اور جاہلیت میں بعض عربوں کا یہ عقیدہ تھا اور وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے تھے آپ ہمارے لئے معبودوں کی بجائے صرف ایک معبود مقرر کرتے ہیں ،

شرک فی الصفات اللہ جیساکہ علم ، سمع و بصر ، قدرت و تصرف خلق و تدبیر وغیرہ تو جو شخص مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اُس کا علم محیط ہے اور اُس سے آسمانوں اور زمین کی ذرّہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہیں اور وُہ غیب کی کنجیوں کو جانتا ہے یا اُس کی سماعت و بصارت قریب و بعید کی ہر آواز کو سُننے اور ارض و سماوات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو دیکھنے میں محیط ہے یا اُ کسی چیز پر بالاستقلال قدرت و تصرف حاصل ہے یا اُس کی اللہ کے ساتھ شرکت ہے ، یا بغیر قضاء و امر جدید اور ارادہ جدیدہ کے اللہ تبارک و تعالے نے اُسے عطا و تفویض کیا ہے تو بیشک وُہ مشرک اور خارج از اسلام ہے ،

شرک فی العبادۃ عبادت کے معنی قلب و جوارح کے ساتھ انتہائی عاجزی اور فرماں برداری ہے ، یعنی یہ وُہ معاملہ ہے جو عبد اور اُس کے پروردگار کے درمیان ہے اور یہ وُہ حال ہے جو مخلوق اور خالق قادر و مختار مستقل کے مابین ہے مثل نماز یا روزہ یا ذبح یا نذر بغیر اللہ تعالیٰ یا اُسے دُعاء شرعیہ سے پکارنا یا وجہِ عبودیت پر دوسرے کام کرنا جیساکہ شعائر تعظیم سے قیام ، رکوع ، سجود اور عاجزی و تقبیل وغیرہ ۔

یقیناً اس مقام میں مفہوم عبادت عابد کے عقیدہ کی طرف لوٹتا ہے پس جب کسی کو کسی غیر اللہ کا گمان ہو کہ وُہ امورِ استقلالیہ سے کسی امر پر قادر ہے یا

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کی شرکت ہے یا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی قدرت تفویض و عطا کی گئی ہے جس کی بنا پر وُہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے کسی امر جدید اور اذن جدید کا محتاج نہیں اور اس عقیدہ میں، اُس کا فعل افعال تعظیمیہ کے قریب ہو جیسا کہ اُس کے سامنے کھڑے ہونا اور اُس پر سلام پڑھنا یا اُس کے نزدیک انتہائی عاجزی کرنا یا اُسے چُومنا تو بے شک وُہ اُس کا عبد ہے یہ شرک کی طرف لوٹتا ہے

لیکن اگر یہ گمان نہیں کہ فاعل مستقل اختیار و قدرت رکھتا ہے اور اُس کی قدرت اور اُس کا اختیار ذاتی یا وہبی ہے بلکہ اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ اُسے بڑے یا چھوٹے امر پر ہرگز قدرت و تصرّف نہیں مگر جب اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا امر اور ارادہ ہوگا اور یہ قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اور یہ فعل اُس سے اخذ کرنا مراد ہے تو ان افعال میں سے بلکہ اِن سے بھی شدید کسی فعل جیسے کہ سجدہ، رکوع اور طواف کرنا ہے اور اِن افعال سے اُسکا مقصود محض اللہ تعالیٰ کے شعائر اور اُس کے بندوں سے صالحین مقربین کی تعظیم و تحیت ہے تو وُہ مشرک نہیں ہوگا اس میں اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

۱۔ وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ [۱]

یعنی اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دِلوں کی پرہیزگاری سے ہے،

۲، وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ [۲]

اور جو اللہ کی حُرمتوں کی تعظیم کرے تو وُہ اس کے لئے اُس کے رب کے یہاں بھلا ہے

کیا تُو نے دیکھا کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا تو آپ نے اُسے تجدید ایمان کا حُکم نہیں فرمایا بلکہ روک دیئے

---

[۱] الحج آیت ۳۰ [۲] الحج آیت ۳۲

پر اکتفا فرمایا، اور روایت میں آیا ہے،

اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یَسْجُدُوْنَ نَقْیِیْ بُیُوْتَھُمْ

اور بیشک اہلِ جنت اپنے گھروں کو سجدہ کریں گے،

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے،

واِنا نعظم الکعبہ وتقبل الحجر الاسود ونعظم الصفا والمروۃ ونرجو علیٰ ھذہ الافعال من الثواب والاجر فضلا

یعنی ہم کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں اور حجرِ اسود کو چومتے ہیں اور صفا و مروہ کی تعظیم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان افعال سے زیادہ اجر و ثواب حاصل ہوگا،

افعالِ خداوندی کی دوسروں سے نسبت

کیا آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ دیکھا! آپ فرماتے ہیں اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ[1] یعنی میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مُردے زندہ کرتا ہوں، اور احیاء کو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اپنی ذات سے منسوب کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ تو یہ کفر و شرک کا ارتکاب نہیں، ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے فرمایا!

وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ[2]

یعنی اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے

---

[1] آلِ عمران آیت ۴۹ [2] المائدہ آیت ۱۶

اور فرمایا لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ [۱]

یعنی تاکہ تم لوگوں کو اندھیریوں سے اُجالے میں لاؤ۔

اور کفر سے اخراج جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے اذن سے،

ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا!

اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ [۲]

یعنی اپنی قوم کو اندھریوں سے اُجالے میں لا

اور ایسے ہی بھیجے ہوئے فرشتے نے حضرت مریم علیہ السلام سے کہا

لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا [۳]

یعنی تاکہ میں تجھے پاکیزہ بیٹا دوں،

تو اولاد عطا کرنا اللہ تعالیٰ سبحانہ کے لئے خاص ہے لیکن اُسے فرشتے کی ذات سے منسوب کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ تو اس سے نہ شرک لازم آئے گا نہ کفر ہو گا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا!

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ [۴]

اور اُنہیں کیا بُرا لگا یہی نہ کہ اللہ ورسول نے اُنہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا،

تو نسبت اغناء اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جیسے رسول کے لئے بھی بیان فرمایا ایسے ہی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں بہت سی نسبتیں ہیں مگر علماء نے جو غیر اللہ کے لئے نماز روزہ نذر یا ذبح کا حکم کفر کے ساتھ دیا ہے تو یہ مطلق طور پر شرک کے دروازے بند کرنے کے لئے ہے کیونکہ

---

[۱] ابراہیم آیت ۱ [۲] ابراہیم آیت ۵ [۳] مریم آیت ۱۹ [۴] التوبہ آیت ۷۴

ان امور کا نہ عہد لیا گیا ہے اور نہ ہی سوائے عبادت کے مشروع ہیں۔

خدا کے سوا کس کی تعظیم کی جائے

ایسے ہی وہ شمس و قمر یا کواکب و اصنام کی تعظیم پر کفر کا حکم دیتے ہیں اگرچہ ادنیٰ تعظیم ہو کہ وہ اس کے پاس تعظیم کی نیت سے کھڑا ہو گیا یا اس کے سامنے عاجزی کی یا اس پر سلام پڑھا یا اسے بوسہ دیا تو اگرچہ اس کا مقصد تحیت ہے عبادت نہیں پھر بھی کفر ہو گا کیونکہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی مشرکین عبادت اور تعظیم کرتے ہیں اگر شعائرِ مشرکین کی ادنیٰ سی تعظیم کرے گا تو بھی اس نے کفر کیا کیونکہ وہ کافرانہ نشانیاں ہیں جیسے کوئی اپنی پہلو میں زنّار ڈال لے تو یہ اہل ہند سے وثنیوں کے ساتھ تشبیہ ہو گی یا اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنائے تو نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ ہو گی یا اپنے گلے میں ڈورا ڈال لے تو یہ مجوسیوں سے تشبیہ ہو گی، یا اپنی پیشانی پر قشقہ کھینچے گا تو یہ ہندو کفار کے ساتھ تشبیہ ہو گی مگر ان کو مشرک نہیں کہا جائے گا جو صفا مروہ، کعبہ شریف یا حجرِ اسود کی تعظیم کرتے ہیں، اور جن ملائکہ و انبیاء و صلحاء کی عبادت کی جاتی ہے ان کی تعظیم بھی شرک نہیں، کیونکہ ہمارے دین میں ان کی تعظیم شارع نے باقی رکھی ہے، بخلاف شمس و قمر اور صنم کے کیوں کہ اصنام کو توڑنے اور جلانے کا حکم دیا گیا ہے جب کہ سورج کے طلوع و غروب کے وقت اللہ تعالیٰ کے لئے نماز کو بھی سورج پرستوں کی تشبیہ کے ڈر سے روک دیا گیا ہے۔

مومنوں کی قبروں کے بارے میں

رہا قبور المومنین کا قصہ تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی اہانت کا حکم نہیں دیا، بلکہ قبروں کی زیارت اور اہلِ قبور پر سلام اور ان کے لئے دعا و استغفار کا

حکم دیا گیا ہے، اور قبر پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے، تو اگر ان افعالِ تعظیمیہ سے طواف یا چومنا یا قیام یا عاجزی یا رکوع یا سجود کوئی شخص نبی یا ولی کی قبر کے پاس کرے گا اور اُس کا مقصود عبادت نہیں بلکہ صاحبِ قبر کی تحیت ہے، تو یہ گناہ ہے مگر وہ شخص کافر مشرک نہیں ہوگا،

بعض نے کہا ہے! ایسا شخص بھی مشرک اور کافر ہو جائے گا کیونکہ قبر کے پاس یہ افعال قبروں کو پوجنے والوں کے شعائر سے ہے، پس قبر کو بوسہ دینا صنم کو چومنے کی طرح ہے اور دوسرا بالاتفاق کفر ہے ایسے ہی پہلا ہے اور جو اُس میں ہے وہ اس میں ہے،

شرکِ اکبر کی اقسام

شرکِ اکبر کے لئے یہ تین اقسام ہیں جن کا فاعل اسلام سے نکل جاتا ہے جبکہ ہمارے بعض بھائیوں نے شرک کی چوتھی قسم بھی مقرر کی ہے اور وہ شرک فی التصرف ہے جب کہ بعض نے شرک فی العلم کی بھی ایک مستقل قسم مقرر کی ہے، حالانکہ یہ دونوں دوسری قسم یعنی شرک فی الصفات اللہ میں داخل ہیں جو کہ شرکِ اصغر ہے اور مشرکین کے افعالِ شرکیہ کی مشابہت سے عبارت ہے جیسا کہ عادتاً غیر اللہ کے لئے حلف اُٹھانا، یا اولاد کا نام عبد الحسین یا غلام علی یا عبد النبی رکھنا، یا اللہ تعالیٰ کے سوا محبت و استغراق کے غلبہ کے ساتھ کسی کو پکارنا،

دُعا کا لغوی معنیٰ پکارنا ہے

دُعا لغتاً پکارنے کے معنوں میں ہے اور غایب کی تنزیل حاضر کی طرح جاننا ہے، مثلاً اُس کا یا رسول اللہ، یا علی، یا حیدر کرار، یا مداد، یا سالار، یا محبوب اور

یا غوث کہنا،

علاوہ ازیں اُٹھتے بیٹھتے، پھسلتے گرتے، اور لیٹتے وقت اُس کے نام کو دائمی وظیفہ مقرر کرنا، یا اُس کے نام کے ذکر کو شرعی ذکر جاننا، اور اُسے عبادت کا درجہ دے کر اُس پر اجر و ثواب کی اُمید رکھنا، یا فوت شدگان و انبیاء و اولیاء جیسے صالحین بندوں سے اُن امور میں استعانت و استغاثہ کرنا جن پر وُہ قدرت رکھتے ہیں مگر اِس کے ساتھ یہ اعتقاد ہو کہ وُہ اپنی قدرت و اختیار سے فریاد سنتے ہیں اور نہ مدد کرتے ہیں بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُن سے یہ امر کروا دیتا ہے، اور وُہ اللہ سبحانہ، کے ہاتھ میں آلات و اسباب کی طرح ہیں تو اُن دونوں کا یہ حال ہو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم و قضا کے نہ دوا نہ نفع دیتی ہے نہ اثر کرتی ہے ایسے ہی یہ لوگ نہ تو کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ اللہ سبحانہ، کے ارادہ کے بغیر بڑی یا چھوٹی اعانت اور امداد کر سکتے ہیں اور یہ عمل اُن سے اُس کی قضا کے ساتھ سرزد ہوتا ہے، بس یہ اور اِس جیسے امور مومن کو اسلام سے خارج نہیں کرتے مگر اِن میں سے بعض افعال مکروہ ہیں۔
جب کہ بعض ان میں سے حرام ہیں بشرطیکہ فاعلِ شرک اکبر کی تمام اقسام سے محفوظ ہو،

اللہ تعالیٰ ہم سے اپنی ذات و صفات اور اِستحقاقِ عبادت میں توحید کو پھیلائے

تعجّب خیز

انتہائی تعجب خیز اور حیران کُن یہ امر ہے کہ ہمارے بعض بھائیوں نے شرکِ فی العادت کو بھی شرک اکبر بنا رکھا ہے، اور اُس کے قائل کی تکفیر کرتے ہیں جب کہ یہ ظلم عظیم ہے، شائد اِس شرک سے اس کی مراد شرک علی اور کفر عملی ہے

جب کہ شرکِ اعتقادی ایمان اعتقادی کی ضد ہے اور شرک عملی ایمانِ عملی کی ضد ہے
اور جو وہاں کہا، یہاں شرک کے علاوہ شرک اور کفر کے علاوہ کفر ہے،

زندہ و مُردہ برابر ہیں

حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہر وُہ اعتقاد جو غیر اللہ کے حق میں رکھتا ہے اُس میں
زندہ اور مُردہ دونوں برابر ہیں خواہ اُس کی قدرت ذاتی کہے یا اللہ عزوجل کی
عطا و تفویض کردہ کے ساتھ یہ کہے کہ وُہ اِن امور میں اذنِ جدید کا محتاج نہیں،
ہر وُہ شخص جو غیر اللہ کو غسّال کے ہاتھ میں مردے کی طرح بالکل عاجز تصوّر
کرتا ہے اور جانتا ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ سُبحانہ، کے ارادہ کے بغیر کسی چیز پر قدرت
نہیں رکھتا اور بغی ان یاخذ ھذا العمل منہ تو اِس کے عمل کے ساتھ کہنا کہ اللہ کے
حکم و اجازت اور اُس کے ارادہ و قضاء سے وُہ مدد کرتا ہے یا فریاد سُنتا ہے یا نفع و
ضرر دیتا ہے تو وُہ مُوحد ہے مشرک نہیں اِس میں زندہ اور مُردہ دونوں برابر ہیں اور
یہ بعینہٖ ایسے ہے جیسے کوئی یہ تصوّر کرے کہ سقمونیا بذاتہ مسہل ہے اور آگ بذاتہا
جلاتی ہے تو یہ شرک ہے اور جو جانتا ہے کہ سقمونیا کا اسہال اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ
کے امر و اذن اور ارادہ سے ہے تو وُہ مُشرک نہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد ہے

لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ
آدمی کے لئے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ بحکمِ خدا اس کی حفاظت
کرتے ہیں

پس آفات و اعداء سے حفاظت فرشتوں سے منسوب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے

الرعد آیت ۱۱

حکم سے ہے،

وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ

اور اُسے نہیں بھلایا مگر شیطان نے

باوجود اِس کے کہ بھلانا اللہ کا فعل ہے اور تو جانتا ہے کہ یہاں بحث افعال سے اِس نوع کے ہونے سے ہے نہ کہ اُس کے جائز و مکروہ یا حرام ہونے سے تو بیشک وُہ دُوسری بحث ہے،

ہمارے بھائیوں کی زیادتی

مگر ہمارے بعض بھائیوں نے اِس میں زندوں اور مُردوں کے درمیان عجیب ترین قسم کا فرق قائم کر رکھا ہے، اور وُہ گمان کرتے ہیں کہ زندوں سے اُن امور میں جن پر وُہ قدرت رکھتے ہیں مدد مانگنا اور استغاثہ شرک نہیں، اور اموات سے یہ اُمور شرک ہیں، کیا یہ ظاہر طور پر سوفسطائیت یعنی باطل استدلال نہیں؟

بیشک زندہ اور مُردہ غیر اللہ ہونے میں دونوں برابر ہیں اِس باب میں مُردوں سے مدد طلب کرنے کا مطلب زندوں کے ساتھ شرک ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِس کا مزید بیان اِس کے بعد آگے آئے گا،

ابن تیمیہ کا مقصد یہ ہے

فصل: شیخان یعنی ابن تیمیہ اور ابن قیم کا مذہب ہے کہ فوت شدگان سے حاجتیں طلب کرنا، اُن کے ساتھ استغاثہ اور اُن سے استعانت اور اُن کی طرف متوجہ

ہوناتوبہ کرنے کے لائق شرک ہے اگر یہ شرک کرنے والا تائب ہوجائے توٹھیک ورنہ اُسے قتل کردیں"

چنانچہ ہمارے اصحاب سے شوکانی نے اس کی تفسیر کی ہے کہ ان دونوں کی مراد اُن اُمور میں استغاثہ اور استعانت ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا جیساکہ گناہوں کو بخشنا ہدایت دینا، بارش کا اُتارنا، رزق میں وُسعت دینا، عُمر لمبی کرنا، اولاد عطا کرنا، زندگی اور موت دینا، پیدا کرنا، برائی دُور کرنا، امراض سے شفا دینا اور ایسے ہی دُوسرے اُمور"

رہا اُن امور میں استغاثہ اور استعانت جن پر مخلوق کو قُدرت حاصل ہے مثلاً دُعا یا سفارش تو ان کا شرکِ اکبر ہونا ممکن نہیں، اگر بعض محال میں بدعت یا مکروہ ہوگا تو اس میں زندہ اور فوت شُدگان برابر ہیں، اور بے شک یہ اسکا ضابطہ ہونگے اور انبیاء و صالحین سے طلب کرنا اُسی حال میں جو اُن کی زندگی میں تھا مثلاً دُعا اور شفاعت اُن کی زندگی کے بعد طلب کرنا شرکِ اکبر نہیں ہوگا، اور جو امور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مُختص ہیں اور اُن کی زندگی میں اُن سے طلب نہیں کئے جاتے تھے وُہ اُن کی وفات کے بعد شرک ہونگے جیساکہ اُن کی زندگی میں بھی اُن سے طلب کرنا شرک تھا"

سوائے اس کے اگر نسبت مجازی ہوگی، جیساکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں مردوں کو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے زندہ کرتا ہوں"

چُنانچہ شیخ الاسلام نے اپنے بعض فتاویٰ میں اس کی صراحت کی ہے۔

فاحفظ هذا المقام من مزال الاقدام"

۱ے حاشیے کی عربی عبارت متن کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں

مترجم

مخلوق سے استغاثہ جائز ہے

فصل، ہمارے اصحاب میں سے شوکانی نے کہا کہ مخلوق کے ساتھ اُن اُمور میں استعانت و استغاثہ کے جائز ہونے میں اختلاف نہیں جن پر اُسے قدرت حاصل ہے رہا وُہ امر جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کو قدرت نہیں تو نہ اُس میں استعانت ہے نہ استغاثہ سوائے اللہ تعالیٰ کے، اور اُس کے فرمان اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے یہی مُراد ہے"

اور اِس کے ساتھ ہی ہمارے اُن اصحاب کا حال ظاہر ہے جن کا گمان ہے اللہ تعالیٰ کے سِوا استغاثہ اور استعانت مُطلقاً شرک ہے تو یہ امر یقیناً غلو و زیادتی اور حد سے تجاوز کر جانا ہے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غلو و افراط سے پناہ طلب کرتا ہوں، رہا اختلاف مُحال اقوال پر اِس کا حرام یا مکروہ یا جائز ہونا تو وُہ دوسری بحث ہے۔

زِندوں سے جائز مُردوں سے ناجائز

ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے اِس کی صراحت کی ہے کہ زندوں سے طلب کئے جانے والے اُمور اُن سے اُن کی موت کے بعد طلب کرنا ناجائز بلکہ بدعتِ مکروہ ہے

ء حاشیے کی عربی عبارت متن کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں

مترجم

کیونکہ سلف صالحین نے اِسے نقل نہیں کیا جب کہ بعض نے اِسے جائز کہا ہے، اور اعرابی کی حدیث سے تمسّک کیا ہے۔

شوکانی نے کہا جس شخص کا کسی زندہ یا فوت شدہ کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وُہ اُسے مستقل نفع یا نقصان پہنچاتا ہے یا وُہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہے، یا وُہ اُسے پکارتا ہے یا اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، یا اُس کے ساتھ کسی ایسے کام میں استغاثہ کرتا ہے جس پر مخلوق قادر نہیں تو یہ خالص توحید نہیں وُہ اکیلے رب کی عبادت نہیں کرتا، انتہیٰ۔

یہ شرک اکبر ہے بھی نہیں بھی

اِس امام کی طرف دیکھیں جس نے غیر اللہ سے نفع و ضرر کے عقیدہ کو اُس وقت شرک اکبر کہا جب وُہ مستقل اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے طور پر ہو، اور ایسے ہی نداء توجہ اور غیر اللہ سے استغاثہ کو شرک اکبر قرار دیا جب اُن امور پر مخلوق قادر نہ ہو تو اس بداہت سے جاننا چاہیئے کہ اللہ کے سوا نداء، توجہ اور استغاثہ اُن امور میں جن پر مخلوق کو قدرت حاصل ہے یا غیر اللہ کے لئے نفع و ضرر کا عقیدہ اللہ تعالےٰ کے اِذن وحکم اور ارادہ سے یہ شرک اکبر نہیں[1]۔

توسّل و استغاثہ کے مانعین کا کلام نقل کرتے ہوئے ابن آلوسی نے کہا ہمارے

---

[1] حاشیے کی عربی عبارت متن کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں

مترجم

کلام میں کسی کا مشکل کے وقت اُس امر میں کسی سے استغاثہ کرنا جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا، قادر نہیں یا ایسی چیز کا سوال کرنا جو اللہ تعالیٰ کے سوا نہ وُہ دے سکتا ہے اور نہ اُسے روک سکتا ہے تو یہ شرک اکبر ہے، رہا اس میں وُہ تعاون و تعاضد جو لوگوں کے درمیان جاری ہے اور ایک دُوسرے سے استغاثہ کرنا تو اس چیز کے لئے انکار نہیں جیسا کہ فرمایا،

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ[1]

تو وُہ جو اُس کے گروہ سے تھا اُس نے موسیٰؑ سے مدد مانگی اُس پر جو اُس کے دشمنوں سے تھا،

یہ سوال فوت شدگان سے کرنا ویسا ہی پاگل پن ہے جیسا وُہ سوال جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں یہ شرک و ضلالت ہے، انتہی بتصریح قلیل تکشف المرام

ارواح انبیاء سے مدد مانگنا جائز ہے

فصل، جب مخلوق کے ساتھ اُن امور میں استعانت و استغاثہ جائز ہے جن پر وُہ قادر ہے، تو کیا انبیاء و شہداء اور صالحین کی ارواح سے اُن امور میں استعانت جائز ہو گی جو اُن سے اُن کی زندگی میں طلب کئے جاتے تھے، مثلاً دُعا یا اس کے علاوہ؛

ابن تیمیہ کے نزدیک جائز نہیں

اِس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا کسی کے

---

[1] القصص آیت ۱۴

لئے جائز نہیں کہ کسی فوت شدہ بزرگ یا غائب کو پکارے بلکہ نہ فوت شدہ کو پکارے نہ غائب کو نہ نبی کو نہ غیر نبی کو اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو صحابہ نے نہ انہیں پکارا نہ اُن کے ساتھ استغاثہ کیا نہ اُن کی قبر کے پاس اُن سے کوئی چیز طلب کی اور نہ کسی دُوسرے کی قبر سے، لیکن وُہ آپ پر صلواۃ وسلام پڑھتے تھے اُن کے حُکم کی اطاعت کرتے تھے، اُن کی شریعت کی اتباع کرتے تھے اور اُن امور پر قائم تھے جو اللہ تعالیٰ کو محبُوب ہیں۔

رہی زیارت بدعیت تو یہ زیارت نصاریٰ کی جنس سے مشرکین کی زیارت ہے وُہ لوگ مُردے کو پکارنے، اُس کے ساتھ استعانت اور حاجتیں طلب کرنے کا قصد کرتے ہیں پس اُس کی قبر پر نماز پڑھتے ہیں اور اُسے پکارتے ہیں یا ایسے ہی دُوسرے اُمور کرتے ہیں، ایسا کسی صحابیؓ نے نہیں کیا اور نہ ہی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حُکم دیا ہے اور نہ ہی اُمت کے سلف اور ائمہ میں سے کسی نے اِسے اچھا جانا ہے بلکہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے شرک کا دروازہ بند کر دیا ہے، انتہٰی

شرک نہیں ناجائز کہا ہے

اِس شیخ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں خوبی ہو اُس نے اِن اُمور کو شرک قرار نہیں دیا جیسا کہ مُتشددین کا گمان ہے بلکہ انہیں شرک کا ذریعہ قرار دیا ہے اور شرک کے دروازوں کو بند کرنے کے لئے دیوار بنا کر اس سے مصلحتاً منع کیا ہے، اور یہ ذریعہ شرک کی دیوار ہے اور اِس میں کوئی جھگڑا نہیں اور نہ ہی اِس بات میں نزاع ہے کہ یہ اُمور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے مستحبہ ماثورہ نہیں ہیں،

عند القبور صُلحاء و انبیاء کا جواز کلام میں یقیناً موجود ہے تو ہمارے اکثر صحاب کے نزدیک جائز نہیں اور وُہ کہتے ہیں بے شک یہ بدعت اور گناہ ہے،

مُردے کا عمل مُنقطع ہوتا ہے مگر؟

اسے شوکانی نے اختیار کیا ہے اور ہمارے شیخ ابن قیم کے کلام میں ہے
مُردے سے اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور وُہ اپنی ذات کے کسی نفع نقصان کا مالک
نہیں جو اُس سے استغاث و استعانت کی جائے یا اُس سے سوال کیا جائے کہ وُہ ا
کے ہاں اُس کی سفارش کرے یہ امر عدم جواز کی تائید میں ہے جب کہ اِس کو جائز
والے بھی ہیں جیسا کہ سُبکی، ابنِ حجر مکی، قسطلانی اور شافعیہ سے بہت سے لوگ جو
ہیں کہ زندہ بھی اس میں مُردے کی مثل ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا[1]

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے بُرے کا خود مختار نہیں۔

تو جیسے زندہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اُس کی رضا و قضاء اور اُس کے حُکم
و ارادہ کے بغیر مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ایسے ہی میّت ہے۔

اور انقطاعِ عمل عدم عمل کو مُستلزم نہیں اگرچہ ملائکہ اُن کے اعمال منقطع کر
دیتے ہیں مگر اِس کے باوجود وُہ کرتے ہیں جس کا امر دیئے گئے ہیں چنانچہ میں نے
اپنے امام حضرت حسن بن علی علیہما السلام کو خواب میں دیکھا! آپ نماز پڑھ رہے ہیں او
میں اُن کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، پھر میں نے پوچھا آپ یہاں برزخ میں کیسی نماز
پڑھتے ہیں جبکہ یہ دار العمل نہیں؟

آپ نے فرمایا یہاں نماز واجب نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے صالحین بندے اپنے
رب کی طرف تبرّع اور تقرب کے لئے یہاں بھی نماز پڑھتے ہیں اور اپنے رب کی

---

[1] الاعراف آیت ۱۸۸

عبادت سے اپنے نفوس کو ہشاش بشاش رکھتے ہیں پھر آپ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان فرمائی کہ آپ نے فرمایا!

رَاَیتُ مُوسٰی یُصَلّیٖ فِی قَبرِہٖ یعنی میں نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا،

اور نماز دعا پر مشتمل ہے اور حدیث

کَاَنِّیٓ اَنظُرُ اِلٰی مُوسٰی لَہٗ جُؤَارٌ اِلٰی رَبِّہٖ

یعنی میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ اُن کیلئے اپنے رب کی ہمسائیگی ہے

ارواح سے مدد حاصل کرنا جائز ہے

طیبی نے کہا! انبیاء کرام کا دعا کے ساتھ تقرب الی اللہ بعید نہیں یقیناً وہ شہداء سے افضل ہیں اور اگرچہ آخرت تکلیف کا گھر نہیں تو زائد کو میت کے لئے دعا سے کون سی چیز مانع ہے باوجود اس کے کہ سوال اموات سے نہیں ارواحِ صلحاء سے ہے اور ارواح موت کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نہ فوت ہوتی ہیں بلکہ حسیات مدرکہ باقی ہیں بالخصوص انبیاء و شہداء کی ارواح تو کتاب و سنت کی نص سے زندگی کے حکم میں ہیں۔

ہاں! اُن کی قبروں کے پاس استعانت واستغاثہ واجب ہے تو یقیناً اُن کا حال زندگی جیسا ہے کہ دور سے نہیں سنتے تھے تو موت بعد کے بعد دور

ل حاشیے کی عربی عبارت متن کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں

مت ح

سے کیسے سن لیں گے"

ابن تیمیہ کا انکار غلط ہے

ہمارے اصحاب میں سے شیخان یعنی ابن تیمیہ اور ابن قیم نے زائر کو قبورِ انبیاء و صلحاء سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات اور لذائذِ قلبیہ کا انکار کیا ہے اور زائر کے لئے مقصودِ زیارتِ قبورِ موتیٰ کے لئے دُعا و استغفار اور انہیں نفع پہنچانا، عبرت و زجر اور موت کو یاد کرنا اور خواہشاتِ دُنیوی کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف راغب ہونا بیان کیا ہے،

اہل قبور فیوض و برکات دیتے ہیں

ہمارے اصحاب سے کثیر لوگوں نے اس کا اثبات کیا ہے چنانچہ متاخرین سے شیخ ولی اللہ دہلوی اور اُس کے بیٹے عبد العزیز اور سیّد اور متقدمین میں سے امام شافعی، ابن حجر مکی اور تمام تر صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ امر مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے یہاں تک کہ ایک شخص بھی ایسا باقی نہیں جو اُن کے ہاں مجالِ انکار کر سکے" شیخ ابن حجر نے قلائد میں نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؓ کی قبر کے ساتھ برکت حاصل کرتے،

اور قبر کے پاس دُعا مانگتے تو دُعا قبول ہوتی"

شیخ عبد الحقؒ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں اہل قبور انبیاء یا غیر انبیاء سے استمداد پر بہت سے فقہائے نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ زیارتِ قبور سوائے موتیٰ کے لئے دُعا و استغفار اور اُن کی طرف دُعا اور تلاوتِ قرآن کے ساتھ ثواب پہنچانے کے اور کچھ نہیں،

جبکہ مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم اور بعض فقہاء رحمہم اللہ نے اہل قبور سے استمداد کا اثبات کیا ہے

انکار نہ کریں

ہمارے شیخ مولانا اسحاق نے اپنی کتاب مأۃ مسائل میں کہا ہے، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے میں کہتا ہوں جب فوت شدگان کے لئے سماع و ادراک ثابت ہے تو اس سے کون سی چیز مانع ہے بالخصوص جب یہ امداد اولیاء میں سے اُن کثیر لوگوں کا تجربہ ہے جن کی تعداد کا حصر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی عقل اُن کی تکذیب کرتی ہے بلاجبر اس کے زیارتِ سنّت پر احوط و اقتصاد کریں اور اُن امور کا انکار ترک کردیں"

دُعا کا شرعی معنیٰ عبادت ہے

فصل، دُعا شرعی عبادت ہے جیسا کہ نماز تو یہ غیر اللہ کے لئے جائز نہیں اور یہی اُن آیات میں مراد ہے جن میں لفظ دعا وارد ہوا ہے"

اور دُعا لغوی ندا کے معنوں میں سے ہے تو یہ مطلقاً غیر اللہ کے لئے جائز ہے خواہ زندہ کو پکارا جائے خواہ فوت شدہ کو برابر ہے اس کا اثبات نابینا کی اس حدیث میں ہے،

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ "

یعنی یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے پروردگار کی طرف آپ کی توجہ چاہتا ہوں"

۲۔ دوسری حدیث میں ہے، یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْنِیْ ۔ یعنی اللہ کے بندو میری مدد کرو

۳. حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا انہوں نے کہا۔ وا محمداہ

۴. جب روم کے بادشاہ نے شہیدوں کو نصرانیت کی طرف بلایا تو انہوں نے شہادت سے قبل کہا، "یا محمداہ"

۵. ہمارے اصحاب میں سے ابن جوزی نے روایت بیان کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا! یا عمراہ، یا عمراہ، یا عمراہ، یہ روایت ابن حیان نے کی ہے،

سید نے بعض تالیفوں میں کہا!

قبلۂ دیں مدد ے، کعبۂ ایماں مدد ے
ابن قیم مدد ے، قاضیِ شوکاں مدد ے

مولٰنا اسحق نے مائۃ مسائل میں یہاں نبی اور دوسروں کی نداء کے درمیان فرق کیا اور کہا کہ نبی کو پکارنا جائز ہے جبکہ نیت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی ہو،

یارسول اللہ کہنا شرک نہیں

میں کہتا ہوں! ممکن ہے مردہ اپنی قبر کے پاس سن لیتا ہو مگر اس کا سماع یقینی نہیں اور اگر اسے پکارنے والا دور سے پکارے اور اس کی محبت میں وارفتہ ہو جیسے عاشق اپنے غائب معشوق کو حاضر متصور کر کے پکارتا ہے اور پکارنے والا کوفہ میں اور وہ بصرہ میں ہو تو اس سے وہی ظاہر ہوتا ہے جو عوام الناس کہتے ہیں یعنی یارسول اللہ، یا علی، یا غوث تو اس اکیلی نداء سے ان پر شرک کا حکم نہیں دیا جائے گا اور کیسے دیا جا سکتا ہے جب کہ!

ؔ حاشیے کی عربی عبارت متن کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مقتولوں کو فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کہتے ہوئے پکارا تھا،

عثمان بن حنیف کی حدیث میں آیا ہے، یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّهُ بِكَ رَبِّی، یعنی یا محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں"۔

بیہقی اور جزری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے،" اور ایک روایت میں ہے یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّی اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّی" یعنی یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

شرک کیسے ہوتا ہے؟

حدیث میں وارد ہوا ہے! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، ہم اُن سے سوال کرتے ہیں کہ تم اُنہیں کیسے پکارتے ہو حالانکہ وہ تم سے غائب ہیں؟

اگر تم کہو کہ وہ ہر مکان میں موجود ہیں اور آسمانوں اور زمین میں ہر پکارنے والے کی آواز کو سنتے ہیں تو یقیناً ایسا کہنے والے مشرک اور دائرہِ اسلام سے خارج ہیں،

اگر تم کہو ہم اُس کی محبت میں وارفتہ ہو کر اُسے پکارتے ہیں یا ہمارا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا ہماری آواز اُسے پہنچا دے گا یا اُسے سُنا دے گا یا اُس پر سلام کی نیت ہے یا ہمارا گمان ہے کہ وہ دور سے سنتا ہے تو یہ لوگ مشرک نہیں بے وقوف ہیں کیونکہ جو شخص اپنی زندگی میں دور کی آواز نہیں سن سکتا وہ اپنے مرنے کے بعد کیسے سن سکتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،"

وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ [1] یعنی اور برابر نہیں زندے اور مردے

---

[1] فاطر آیت ۲۲

تو نصِ قرآن کے مطابق امرِ سماعت میں مُردہ زندہ سے زیادہ کمزور ہے بلکہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں جب کہ انہیں صلوٰۃ و سلام کی نیت
سے پکارا جائے تو یہ امر اس میں جائز ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے آپ نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موکل ملائکہ کو مقرر فرمایا ہے جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتا ہے

حضورؐ کا بھی استثناء نہیں

جب کہ بعض علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا استثناء بھی نہیں کیا
اور دلیل دی ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد
تشہد نماز میں اَیُّھَا النَّبِیُّ کی بجائے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھتے تھے یعنی اے نبی آپ
پر سلام ہو کی بجائے کہتے نبی پر سلام ہو اور لفظ ندا سے احتراز کرتے اس عقیدہ
میں جملہ کلام کہ نبی یا ولی یا غوث ہر وقت ہر مکان میں سنتے ہیں یا ان کی روحیں ہر جگہ
میں موجود ہیں یا انہیں تکلیف دور کرنے یا استفادہ حاصل کرنے کے لئے یا وسعت رزق
اور گناہوں کی بخشش اور اس کی مثل دوسرے امور میں پکارتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی قادر نہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اپنی ذاتی قدرت سے اس پر
مستقل قادر ہیں یا اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ قدرت عطا کی ہے یا ان کی اللہ تعالیٰ
کے ساتھ شرکت ہے یا ندائے غیر اللہ کو ذکر شرعیہ قرار دے کر اس پر اجر و ثواب کے
امیدوار ہیں یا اس ذکر کو وظیفۂ دائمیہ بنا رکھا ہے اور اسے اٹھتے بیٹھتے لیٹتے گرتے
ڈگمگاتے پیاس لگنے، بیماری، الجھن اور نکایت و شوکت کے وقت پکارتے ہیں تو
وہ مشرک دائرہ اسلام سے خارج ہیں پہلی اور دوسری صورت میں یقیناً شرک لازم
آتا ہے۔

اور وہ جو غیر اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی مشابہ علم محیط اور بصر محیط کا عقیدہ رکھتا

ہے اور اُس کی سمع و بصر کو اللہ تعالیٰ جیسی جانتا ہے تو یہ بھی شرک ہے،

انبیاء و اولیا کی سماعت

رہا کسی کا یہ گمان کہ نبیؐ یا علیؑ یا اولیاء میں سے کسی کی سماعت عامۃ الناس سے وسیع تر ہے اور وہ ملک یا زمین کے تمام گوشوں کی سماعت پر مشتمل ہے تو یہ شرک نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض ملائکہ بلکہ حیوانات کو عوام الناس کی سماعت و بصارت سے وسیع تر اور طاقتور ترین سماعت و بصارت عطا کر رکھی ہے،

دیلمی نے مسند الفردوس میں اور ابو یعلیٰ نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری قبر پر ایک موکل فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جب میری اُمت سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے یا محمدؐ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے

فرشتے اور نبی و ولی کی سماعت

عقیلی نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں مرفوعاً روایت کی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک فرشتے کو مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے۔

اس حدیث کی سند میں علی بن قاسم ہیں ابن حبان نے اُس کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور اس کے لئے شواہد ہیں اور اس کی تخریج ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے کی روایت میں یہ لفظ ہیں "اعطاہ اسماع الخلائق کلھا" یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسے تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے، علی بن قاسم قبیصہ بن عقبہ اور عبد الرحمٰن بن صالح کوفی نے اس سند کی اتباع کی ہے تو یہ حدیث حسن ہے اور ایک روایت میں آیا ہے "

ان اللہ تعالیٰ جعل الارض کلھا کصحفۃ عند الملک الموت وھو یلتقط

الارواح منها من کل ناحیۃ "
یعنی بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام زمین کو ملک الموت کے نزدیک پیالے کی طرح قرار دے رکھا ہے اور وہ اس کے ہر گوشے سے ارواح کو اٹھا لیتا ہے "

رہا نبی یا ولی یا غوث کے حق میں اس کا یہ اعتقاد تو یہ غلط اور سفاہت ہے کیونکہ اس میں شارع کی نص نہیں آئی تو اس پر غور کریں ۔

اہل حدیث بھائی خارجیوں جیسے ہیں

فصل، متاخرین میں سے ہمارے بعض بھائیوںؓ نے امر شرک میں تشدد سے کام لیا ہے اور دائرہ اسلام کو تنگ کر دیا ہے اور ایسے امور کو شرک قرار دیا ہے جو مکروہ و حرام ہیں اگر اس سے ان کی غرض شرک عملی یعنی شرک اصغر یا شرک کے ذریعے کو مسدود کرنا ہو تو اللہ اس کی مغفرت کرے اور درگذر فرمائے اور اگر وہ دین میں غلو و تشدد کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تغلو افی دینکم یعنی تمہارے دین میں غلو نہیں، اور دین میں شدت خارجیوں اور مارقین و ناکثین کا کام ہے ہم اسے ان امور پر اجمالا انتباہ کرتے ہیں اور اس سے ہماری غرض اپنے اہل حدیث بھائیوں کی غلطیاں واقع ہونے سے امداد و صیانت کرنا ہے

ؓ حاشیے کی عربی عبارت متن کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں

مترجم

اور اللہ تعالیٰ ہی حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے،

غیر اللہ کی مدد شرک نہیں

اِن میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے کہا "مشکلات میں اعانت اور حاجتیں پُوری کرنا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و اجازت اور حکم و رضا سے ہو انبیاء و اولیاء کو لائق نہیں اور جو ان سے یہ عقیدہ رکھتا ہے وُہ مشرک ہے" یہ کلام نادرست ہے: کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم و قضا اور ارادہ و اختیار سے لوگوں کی مدد کرتے ہیں نہ کہ اپنی قدرت و اختیار سے اور لوگ بھی ایک دُوسرے کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[1]

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دُوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر باہم مدد نہ دو،

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ[2]

اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ[3]

یعنی تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے،

ذوالقرنین نے کہا فَاَعِيْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ یعنی تو قوت کے ساتھ میری مدد کرے

---

[1] المائدہ آیت ۲ [2] الانفال آیت ۲۷ [3] آل عمران آیت ۱۲۵

اور حدیث ابدال میں ہے

"الابدال فی امتی ثلاثون رجلا بہم تقوم الارض وبہم تمطرون وبہم تنصرون" یعنی اس امت میں تیس افراد ابدال ہیں جن کے ساتھ زمین قائم ہے ان کے ساتھ بارش ہوتی ہے اور ان کے ساتھ مدد دی جاتی ہے۔

اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی اس کی روح القدس سے مدد فرما، اور حدیث میں آیا ہے

"اذا انفلتت دابۃ احدکم فی الارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ اعینونی" یعنی جب تم میں سے کوئی شخص راہ چلتے راستہ بھول جائے تو ندا کرے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

ارواح انبیاء سے مانگنا شرک نہیں

تو بے شک ارواح انبیاء و صلحا کے حق میں اس طرح کا عقیدہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم نہیں آتا بلکہ یہ تو ملائکہ یا زندوں کے ساتھ شرکت ہو گی اور یہ شرک اکبر کہاں ہے، رہا یہ امر کہ یہ عقیدہ غلط یا خطا یا بدعت ہے تو یہ دوسری بات ہے، اور ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ شرکت کے باب میں زندوں اور مردوں کے درمیان فرق کرنا سو فسطائیت ظاہرہ اور باطل استدلال ہے جب کہ احیاء و اموات یہاں تک کہ ملائکہ بھی غیر اللہ ہونے میں برابر ہیں ہاں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سماعت اور سن کر جواب دینے کے بارے میں زندوں اور مردوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ"

یعنی زندہ اور مردے برابر نہیں جب کہ اہل تفسیر نے اس کا یہ معنی بتایا ہے

کہ مومنین اور کفار برابر نہیں"

پس جو امر فرشتوں سے طلب کرنا شرک ہے وہ زندہ اور مردہ لوگوں سے طلب کرنا بھی شرک ہے اور اس کے بالعکس ممکن نہیں، جس امر کا سوال مردہ شخص سے کرنا شرک ہوگا اُس امر کا سوال زندہ شخص سے کرنا بھی شرک ہوگا، تو جس شخص کے فہم کا یہ حال ہو وہ عقائد میں کیسے گفتگو کر سکتا ہے، یہ نہیں کہتے کہ وثن و صنم سے سوال کرنا شرک مطلق ہے"۔

اگر ان سے پوچھا جائے کہ زندہ لوگوں سے سوال نہیں کرنا چاہئے تو ہمیں کہتے ہیں صنم و وثن کا حکم دُوسرا ہے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں توڑنے اور جلانے اور ان سے اجتناب کا حکم دیا ہے،

پس صنم اور وثن سے سوال کرنے والا اگر زندوں سے سوال کرے تو گویا وہ اُن دونوں کے لئے معظم ہے اور بے شک ہم نے پہلے بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ کے صالحین بندوں سے ملائکہ اور انبیاء اور وہ شعائر جن کی حرمت ہمارے دین میں باقی ہے کے علاوہ مشرکوں کے معبودوں کی ادنیٰ تعظیم بھی کفر ہے، اور انبیاء و اولیاء کی ارواح اصنام و اوثان کے قبیل سے نہیں بلکہ یہ ملائکہ کی جنس یا اُس سے اشرف ہے، تو انہیں ملائکہ پر قیاس کریں نہ کہ اوثان و اصنام پر جو کہ نجس ہیں،

چنانچہ اگر کوئی کہے یا میکائیل ہماری زمین پر اللہ کے اذن سے بارش برسا یا یہ کہے کہ یا جبریل اللہ کے حکم سے میری روح میں القا کر تو کیا یہ شخص اُس قائل کے نزدیک مشرک ہوگا؟ قبر کا نعم البدل پتھر اور مٹی سے ہے اگر اُسے پوجنے والا وثن کو اُس کے حق میں لوٹائے اور اُس قبر سے کسی چیز کا سوال کرے تو اُس کا حکم بت سے سوال کرنے کا حکم ہے، رہا صاحب قبر تو اُس کا حکم دُوسرا ہے کہاں پتھر اور کہاں پرندہ۔

صالحین کی قبروں کی تعظیم کریں

اس سے یہ ہے کہ اس نے کہا جب لوگوں کی شرع انبیاء صلحاء کی قبروں کو چومنے یا اُسے مس کرنے یا اُس کے گرد طواف کرنے میں ہے تو اُس قبر کا حکم بُت کا حکم ہے اُس کا گرانا، اُس کا کھودنا اور اُس کی اہانت واجب ہے اور اس کا تمسک اس قول سے ظاہر ہے۔

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الٰہی میری قبر کو بُت نہ بنانا جس کی عبادت ہوتی ہے۔

ہم کہتے ہیں انبیاء و صالحین کی قبروں کی تعظیم ہمارے دین میں شارع نے باقی رکھی ہے پس اُن کی تحقیر و توہین جائز نہیں مگر ان امُور سے لوگوں کو روکنا اور ڈانٹنا واجب ہے۔ اور یہ بعینہٖ ایسے ہے جیسا کعبہ شریف یا حجر اسود یا صفا مروہ کی عبادت میں عوام کی شرع ہے تو کیا یہ اِس قائل کے نزدیک جائز ہے کہ کعبہ شریف وغیرہ کو کھود دیا جائے یا توڑ دیا جائے یا اُن کی توہین کی جائے۔

حضور کی دُعا کا مطلب یہ ہے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث دُعا کے یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو وثن اور صنم کی طرح نہ بنائے جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں نہ کہ اُن کی عبادت کرنے سے قبر بُت بن جائے گی، اور اِس سے یہ کہاں ہے، اور مومن کیسے تصوّر کر سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر نجس ہو گی جب کہ جو بُت ہے وہ نجس ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے،

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور[1]

پس تم بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو،

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجر رضوان کو کاٹ دیا تاکہ اُس کے کٹ جانے سے لوگ اُس کی جگہ کو پہچان نہ سکیں چنانچہ لوگ آتے اور غلطی کھا جاتے تھے، کیونکہ ہمارے دین میں درخت کی تعظیم مشروع نہیں،

ایسے ہی ابی اہیاج اسدی کی حدیث قبور المشرکین پر محمول ہو گی مومنوں کی قبروں پر حمل نہیں کی جائے گی جو نبیؐ علیہ السلام اور حضرت علیؓ کے زمانے میں شرف والی تھیں رہا مومنوں کی قبروں، مساجد اور شعائر معظمہ کے علاوہ شرکیہ مشاہد کو جلانا اور توڑنا تو یہ امر متفق علیہ ہے اور اس میں مسلمانوں کا اختلاف نہیں، جب کہ مسجد ضرار کا جلانا وحی الٰہی اور حکم خاص سے واقع ہوا تھا اس پر اس کے علاوہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے!

وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰہِ فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ[2]

اور جس نے اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کی اُس کے لئے اُسکے رب کے ہاں بھلائی ہے۔

اب جب کہ کعبۃ اللہ کی حرمتوں سے ہے تو مومن بطریق اولیٰ اُس کی حرمتوں سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبے شریف کو مخاطب کر کے فرمایا! اَلْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ حُرْمَۃً مِّنْکَ یعنی مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے، اور جو شخص ”ابن تیمیہ اور ابن قیم“ شیخین کے کلام سے اولیاء وصلحاء کی قبروں پر بنے ہوئے اُن بلند نشانات کو گرانے کے وجوب پر استفادہ کرتا ہے

---

[1] الحج آیت ۳۰ [2] الحج آیت ۳۰

جن کے نزدیک عوام سجدہ کرتے ہیں اور وہاں شرک کرتے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں یا اُسے پکارتے ہیں تو یہ شرک کے دروازے بند کرنا ہیں اس میں نزاع نہیں۔

اور ہمارا کلام جو قبر کو چومنے اور مس کرنے اور اس کے گرد طواف کرنے کے بارے میں ہے تو یہ امور شرک اکبر نہیں بلکہ بعض علماء کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک جائز ہیں اور اگرچہ کراہت راجح ہے۔

ولی بھی ہیں شفیع بھی ہیں

ان میں سے یہ کہ اس نے کہا جس کا عقیدہ ہے کہ نبی یا اس کے علاوہ ولی اور شفیع یعنی مددگار اور سفارشی ہے تو یہ شخص اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں میں کہتا ہوں یہ کلام شدید ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا [1]

بیشک اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے تمہارے ولی ہیں۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا کہ وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی یعنی مددگار ہیں۔ اور آپ نے فرمایا جس کا میں ولی یعنی مددگار نہیں اس کا کوئی ولی یعنی مددگار نہیں

اور فرمایا بغیر ولی کے نکاح نہیں اس کے علاوہ بھی وافر حدیثیں موجود ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومنوں کا شفیع و مددگار ہونا احادیث صحیح سے ثابت ہے۔

---

[1] المائدہ آیت ۵۵

تو یہ اعتقاد کیسے شرک ہوگا؟ ہاں، جب اعتقاد شفاعت شرکیہ ہو یعنی شفاعت بوجاہت کہ مشفوع شفیع کے نزدیک شفاعت قبول کرنے پر مجبور ہے اور ولایت سے مراد ولایت اختیاریہ مستقلہ ہے یا وہ عطا کردہ ولایت ہے جس کے لئے اللہ سبحانہ سے اذن جدید کی احتیاج نہ رہے تو یہ شرک ہوگا اور اس میں کسی کا تنازعہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں یہی مراد ہے۔"

لَیْسَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ⁽¹⁾

اُن کیلئے اُسکے سوا نہ کوئی مددگار ہے نہ سفارشی شائد کہ وہ پرہیزگار ہوں

روضۂ رسول پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا جائز ہے

اس میں سے یہ کہ کسی نے کہا، نبی کی قبر پر تعظیم کے لئے اُسی طرح کھڑا ہونا جس طرح نماز میں بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوتا ہے اُس سے شفاعت اور دعا کا سوال کرتا ہے تو وہ مشرک ہے؟

میں کہتا ہوں یہ انتہائی غلو ہے اور اس کی صراحت ہمارے شیخ ذہبی، بکی، ماوردی اور ابن ہمام وغیرہم نے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کی آداب زیارت میں کی ہے، اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آئے اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔

راوی کہتا ہے مجھے گمان ہوا کہ وہ نماز شروع کر رہے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر قیام شرک و کفر تھا تو یہ کیسے ہوا۔

اور اگر قیام نفس شرک ہو تو نبی یا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا تو بطریق اولیٰ شرک

---

(1) الانعام آیت ۵۱

واقع ہوگا جب کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو سجدہ کیا تو آپ نے اسے تجدید ایمان کا حکم نہیں دیا بلکہ فقط روک دینے پر اکتفاء فرمایا تاہم غیر اللہ کیلئے سجدے میں علماء کا اختلاف ہے جب کہ بطریق عبادت نہیں بلکہ تحیت کے طور پر ہو تو کیا یہ جائز ہے یا مکروہ یا حرام؟ اور ہماری شریعت میں تحریم راجح ہے۔

پس حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ولی یا صالح کی قبر کے پاس ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے میں صحیح قول یہ ہے کہ اگر ادب اور تحیت کے طور پر ہے تو وہ جائز یا مکروہ و بدعت ہوگا تاہم اس قیام کے ساتھ سلف میں سے کسی نے بھی شرک کا فتویٰ نہیں دیا، ہاں! جب یہ قیام عبادت کے طور پر ہوگا تو یقیناً وہ شرک ہوگا خواہ ہاتھ نہ بھی باندھے ہوں، اور عبادت کے معنیٰ ہم پہلے بتا چکے ہیں اسے یاد رکھیں"

ایسے ہی جب یہ قیام، صنم، سورج، وثن، نصب، پرچم، عَلَم، شجر یا پتھر کے سامنے ہوگا جسے مشرکین پوجتے ہیں تو یہ مطلقاً کفر ہے خواہ عبادت کی وجہ سے ہو یا تحیت کی وجہ سے دونوں برابر ہیں ان کے درمیان وجہ فرق پہلے بیان ہو چکی ہے۔

روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے جانا

اس میں سے یہ ہے اس نے کہا جب کوئی شخص نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کے ارادہ سے جائے اور قبر کا طواف کرے یا قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرے یا قبر کو بوسہ دے یا اس کے پاس چراغ جلائے یا مجاوری کرے یا وہاں کے پانی کو تبرک سمجھے یا وہاں سے الٹے پاؤں لوٹے یا بیت اللہ کے سواء کسی گھر کی تعظیم کرے یا قبر پر غلاف ڈالے یا کعبے شریف کی دیواروں کی بجائے

کسی دیوار پر اپنے چہرے اور رخساروں کو ملے یا جاروب کشی کرے یا قبر پر فرش بچھائے یا غیر اللہ کو پکارتے ہوئے یا محمدؐ، یا علیؓ، یا عبد القادرؒ، یا حدادؒ کہے تو وہ مشرک اور کافر ہے"

میں اس عجیب کلام میں کہتا ہوں مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور طرف بغرضِ زیارت سفر کرنا صحابہ کے زمانہ سے مختلف فیہ ہے، یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طور کی زیارت کے لئے سفر کیا اور سلف و خلف کے بہت سے علماء نے انبیاء و صلحا کی قبروں کی زیارت کے سفر کو جائز قرار دیا ہے مثلاً امام الحرمین، غزالی، سیوطی، ابن حجر مکی، ابن الھمام، حافظ ابن حجرؒ، نووی اور ان کے علاوہ دوسرے تو کیا یہ لوگ کافر و مشرکین تھے"

بلکہ اس قائل کے مذہب پر اُن کا کفر اور بھی شدید ہوگا، کیونکہ وہ العیاذ باللہ نہ صرف کفر و شرک کے مُرتکب ہوئے بلکہ اُنہوں نے کفر و شرک کو جائز بھی کہا"

قبروں کا طواف

رہا قبروں کا طواف تو بے شک اِس کا جواز ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ نے الانتباہ لسلاسل اولیاء اللہ میں پیش کیا ہے، اور اِس میں انہوں نے غلطی کی ہے اللہ اُن پر رحم اور وسیع رحمت کرے"

ہمارے نزدیک اِس کی کراہت یا حُرمت اِس قول سے ہے کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے، اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے طواف نماز کی طرح ہے

ؔ حاشیے کی عربی عبارت متن کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں

مترجم

مگر تمہارا کلام ہے کہ اس کے اور نماز کے درمیان فرق ظاہر ہے، کیونکہ نماز سوائے عبادت کے مشروع نہیں، اور طواف تحیت کے لئے بھی ہو سکتا ہے پس اگر کعبہ شریف اور اس کے سوا کا طواف غیر اللہ کی عبادت کے ارادہ سے کیا جائے گا تو یہ کفر ہے، جیسا کہ اگر غیر اللہ کے لئے نماز پڑھی جائے تو کفر ہے۔

رہا نبی یا ولی کی قبر کا طواف اللہ سبحانہ کی تعظیم کے ارادہ سے تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے کعبہ شریف کی دوسری طرف رُخ کر کے نماز پڑھے یا کعبہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد کا طواف کرے، اس امر میں یقیناً کراہت اور حرمت ہے، اگرچہ بلا عذر ہو۔

ایسے ہی اگر قبر کے ساتھ صاحب قبر کی تحیت کے لئے طواف کیا تو یہ اس کی عبادت نہیں، پس اس کا حکم غیر اللہ کے لئے سجدۂ تحیت کا حکم ہے، یہ امر اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ بیان ہو چکا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ اس شیخ یعنی ولی اللہ دہلوی نے باوجود اپنی جلالت قدر کے اس کو کیسے جائز کہا ہے، جبکہ یہ امر مکروہ یا حرام ہے، اور اس کی اتباع علمائے مکہ نے صراحت کے ساتھ اس جواب میں کی ہے جو انہوں نے محمد بن عبدالوہاب کی طرف ارسال کیا تھا۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کی ایک اور غلطی

یہ لوگ طواف کی تحریم و کراہت اور اباحت سے اختلاف کرتے ہوئے اسے شرک کیسے قرار دیتے ہیں البتہ شیخ ولی اللہ دہلویؒ نے مسائلِ فقراءِ صوفیہ کے بہت سے مسائل میں تنقید کی ہے جیسا کہ اُن کی کتاب القول الجمیل اور الانتباہ سے مفہوم ہوتا ہے اس میں شور نہ مچائیں اور نہ انکار کریں بلکہ غور کریں ممکن ہے انہوں نے رجوع کر لیا ہو اور اس قول جیسی باتیں اُن سے علوم شریعہ میں تبحر

[illegible] ہے سادہ [illegible] ہوں، اور ہر شخص کے لئے ولادت سے وفات تک اطوار و تغیرات اس کے درپے ہوتے ہیں، اور اللہ ہی حفاظت کرتا ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا تو کسی بھی مقام پر اس کے جواز میں شک نہیں اور در جواز عند القبر میں اختلاف ہے۔"

مزارات پر دُعائیں قبول ہوتی ہیں

بعض علماء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس یا اس کے علاوہ مقاماتِ مقدسہ پر دُعا کے جلد قبول کی اُمید رکھتے ہیں، امام شافعی فرماتے ہیں حضرت امام مُوسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر تریاق مجرّب ہے۔"

ابن حجر مکی نے قلائد میں امام شافعی سے نقل کیا کہ میں امام ابو حنیفہؒ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو ابو حنیفہ کی قبر پر دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں تو میری حاجت پُوری ہو جاتی ہے۔"

واقدی نے حضرت فاطمہ بنت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ میں شہداء اُحد کی قبروں پر جا کر دُعا کرتی ہوں،"

اگر یہ قائل کہے کہ شیخان یعنی ابن تیمیہ اور ابن قیم نے دُعا عند القبر کو ایسی بدعت یا محدثہ چیز کہا ہے جو صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھی اُس کے کلام کے لئے دو جہیں ہیں۔"

علامہ جزری کہتے ہیں اگر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر دُعا قبول نہیں ہوتی تو وہ کونسی جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

امام مالک سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر پر دُعا کے ساتھ نصرت حاصل کرتا ہوں اور مالک سے اِس کے خلاف بھی نقل ہے"۔

ابن آلوسی نے فریقین کے دلائل بیان کرنے کے بعد کہا! اس میں مخلوق کے ساتھ استغاثہ اور اور اُسے وسیلہ بنانا طلب دُعا کے معنوں میں ہے تو یہ یقیناً جائز ہے جبکہ مطلوبہ چیز زندہ سے طلب کی جائے گی۔

رہا یہ کہ میّت یا غائب سے طلب کرنا تو وُہ جائز نہیں کیونکہ یہ بدعت ہے سلف میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا، ہاں قبور پر سلام مشروع ہے اور اُسے مخاطب کرنا جائز ہے" انتہیٰ"۔

شوکانی کی رائے

ہمارے اصحاب سے شوکانی نے کہا جو شخص دُعا کے لئے قبر کا ارادہ کرتا ہے وُہ اِن تین میں سے ایک ہے"۔

اگر صرف قبر کی زیارت کے ارادہ سے جاتا ہے اور اُس کے لئے دعا کرتا ہے تو یہ جائز ہے"۔

اگر زیارت کے ساتھ اُس کا پہلا مقصد دُعا ہے اور اس کا عقیدہ ہمارے پہلے بیان کے مطابق شرک میں زیادتی ہونے کا خطرہ ہے تو وُہ گنہگار ہے۔ (اس کا عقیدہ میّت میں اُس صفت پہ نہیں جو ہم نے بیان کیا

ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا "عند القبر اِن امور مُبتدعہ کے مرتبے ہیں"۔

(۱) میّت سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے اور اِس میں اُس

کے ساتھ استغاثہ کرتا ہے تو یہ بتوں کی عبادت کی جنس سے ہے۔

دوم، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے تو یہ فعل متاخرین میں سے کثیر لوگوں کا ہے اور یہ مسلمانوں کے اتفاق سے بدعت ہے۔

سوم۔ اس سے بذاتہٖ سوال کرتا ہے۔

چہارم، اُس کا گمان ہے کہ قبر کے پاس دُعا قبول ہوتی ہے اور یہ مسجد میں دعا سے افضل ہے اور حاجتیں طلب کرنے کے لئے قبر کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے تو یہ باتفاقِ مُسلمین مُنکر و بدعت ہے اور یہ حرام ہے اور میں نہیں جانتا کہ اِس میں ائمہ دین کے درمیان نزاع ہے۔

دعویوں کا فساد

میں کہتا ہوں! شیخ ابن قیم کے کلام میں اُس شخص کے قول کا فساد ظاہر ہے جو قبر پر دعا کو مطلقاً شرک اور کفر قرار دیتا ہے اور میرے نزدیک قسمِ چہارم میں نزاع ہے اور میرے نزدیک اِس میں کچھ حرج نہیں کہ مقامات مقدسہ پر اللہ تعالیٰ سے قبولیتِ دُعا کا گمان رکھا جائے۔ خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس پر دُعا کے جلد قبول ہونے کی اُمید رکھنا چاہیئے۔

رہا اُس کا یہ گمان کہ عند القبرِ دُعا مسجد میں دُعا سے افضل ہے تو یہ گمان فاسد ہے اور شیخ ابن قیم اِس میں صواب پر ہے۔

کعبہ شریف کے علاوہ بوسہ دینا

رہا بوسہ دینا تو یہ کعبہ شریف اور حجر اسود کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ

صحابہ کرام حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چوما کرتے تھے سیدہ فاطمہ نبیؐ اکرم کو اور نبی اکرمؐ سیدہ فاطمہؑ کو بوسہ دیتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اور عثمان بن مظعون کو چوما اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کو بوسہ دیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کو چومتے تھے۔

مُلا علی قاری نے اپنے رسالہ موردالروی میں عز بن جماعت اور دُوسروں سے تمسک کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل کے قول کے مطابق قبر چومنے اور اُسے مس کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اسے ان معنوں میں بیان کیا ہے کہ اس پر نہ حرمت ہے نہ استحباب۔

غزالی نے کہا! مشاہد کو مس کرنا اور چومنا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے الحاصل حجرِ اسود کے علاوہ جمادات کو چومنا بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور کسی نے بھی اِسے شرک نہیں کہا۔

یہ سب کچھ شرک نہیں

رہا قبروں پر غلاف ڈالنا اور اُنہیں چادریں پہنانا؛ تو یہ بدعت مکروہہ ہے اور پتھروں کو لباس پہنانے سے نہی وارد ہوتی ہے مگر کسی نے بھی اِسے شرک نہیں کہا!

رہا قبروں کی مجاورت اور خدمت کرنا؛ تو کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اُن کے علاوہ دیگر انبیاء و اولیاء کی

کی قبروں کی مجاورت شرک ہے تاہم جو لوگ اس سے روکتے ہیں وہ اسے بدعت کہتے ہیں، اور بشرطِ عبادت اعتکافِ شرعی کا بدل قرار دیتے ہیں پس اگر کوئی شخص کسی نبی یا ولی کی قبر پر شرائطِ اعتکاف کے التزام کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کے لئے مُعتکف ہوتا ہے تو بے شک یہ شرک ہوگا،،

بیشک حضرت حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر قبہ بنایا، اور اُن کی مجاورت کی جب کہ سلف و خلف ہمیشہ سے صالحین کے آثار و مشاہد، مقامات و آبادی اور چشموں سے تبرک حاصل کرتے رہے ہیں ،،

حضرت ابن عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز کے لئے اُس مقام کو مقرر کر رکھا تھا۔ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ادا فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک بالوں سے اور اس پیالے سے تبرک حاصل کرتے تھے جس میں آپ پانی نوش فرماتے تھے، عتبانؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مَصّلیٰ سے تبرک حاصل کیا۔

حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے مبارک بالوں اور مبارک پسینے سے تبرک حاصل کرتیں اور اُنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ مجھے آپ کے پسینہ مبارک سے حنوط کیا جائے ۔۔

اور کسی نے نہیں کہا کہ یہ تبرکات اور ان کی مثل چیزیں شرک ہیں،،
رہا قبروں پر چراغ جلانا تو یہ حرام ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور ان پر مساجد تعمیر کرنے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے، جب کہ بعض لوگوں نے اس سے استثناء کیا ہے کہ چراغ جلانے سے زندہ زائرین کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کسی نے اسے شرک نہیں کہا۔

رہا حرم کعبہ کے علاوہ حرم کی تعظیم کو غلط کہنا تو ایسا کہنے والا خود خطائے فاحش کا ارتکاب کرتا ہے اور نہیں دیکھتا کہ حرم مدینہ حرم مکہ کی طرح ہے، اور اس پر وُہ کافی ہے جو اہل حدیث نے کہا ہے، اور امام الائمہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے ساتھ متفق ہیں، کاش مجھے معلوم ہوتا تو یہ بات کہنے والے پر یہ حدیث پڑھتا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں نے اُسی طرح مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا ہے جس طرح اُنہوں نے مکہ معظمہ کو حرام قرار دیا تھا۔

رہا غیر اللہ کو پکارنے کا مسئلہ تو اسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اور بالجملہ وُہ اُمور جسے اس کہنے والے نے شرک کہا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں بلکہ یہ کعبہ و ملائکہ اور زندوں کے ساتھ شریک کرنا ہے، اور اگر کہا کہ یہ امور بدعت مکروہہ محدثہ ہیں تو ہمارا اُس کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔

تصوّرِ شیخ

فصل، تصوّرِ شیخ کی اصل کتاب وسُنت میں موجود نہیں تو یہ بدعت ہوگا، مشائخ نقشبندیہ نے فرمایا ہے کہ تصوّرِ شیخ حضورِ قلب اور رابطے

ی مضبوطی کے لئے فائدہ مند ہے جب کہ مولٰنا فضل الرحمان نے اِس کی اصل بیان کی ہے کہ حضرت انس اور دُوسرے صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت ہے جیساکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہے ہیں. ولیکن ہم کہتے ہیں اتباع سُنت اتباع بدعت سے بہتر ہے اور بدعت ظُلمت محض ہے جو اللہ تعالیٰ سے دُوری کو بڑھاتی ہے اور صحابہ رض سے یہ روایت تصورِ اضطراری. لُغوی کے اعتبار سے ہے نہ کہ اختیاری اصطلاحی جب کہ نزاع اصطلاحی ارادی کے بارے میں ہے. یعنی ذِکر کے وقت شیخ کی صورت کا تصوّر کرنا. اور تکلّف کے ساتھ اپنے قلب کو اس کے سینے کے سامنے کرنا. اور بہتے ہوئے پانی کی طرح رحمان کے فیض کو تخیل میں لانا. کہ پہلے وہ شیخ کے سینے کی طرف آئے پھر اس سے بہتا ہوا ذاکر کے دِل کی طرف آئے.

ہمارے ساتھیوں میں سے شیخ اسماعیل نے کہا ہے کہ اگر تصورِ شیخ کے ساتھ یہ گمان ہو جس صورت کا میں نے تصوّر کیا ہے وہ اِس امر پر مطلع ہے اور میرے احوال سے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں. جیساکہ صحت وبیماری. رزق کی کشادگی اور تنگی. تکلیف و راحت، موت وحیات. اور جب میں گفتگو کرتا ہوں یا کسی چیز کا خطرہ ہوتا ہے تو وہ اِس پر مطلع ہے اور اُسے سنتا ہے تو یہ سب شرک ہوگا. اور یہ کلام مجھے تفصیل سے پہنچا ہے. جب کہ یہ اللہ سبحانہٗ کے اعلام کے ساتھ علم خاص ہے. اور اولیاء اللہ کی استعداد کے ساتھ نہیں.

اگر ابنِ صیاد اللہ کا دشمن ہونے کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے دِل کی بات بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دخ ہے

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ[1] — اور میں تمہیں اسکی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو۔

قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا[2] — جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا۔

اور یہ ممکن ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بعض اولیاء کو وہ علم عطا فرمایا ہے جو اُس نے اپنے انبیائے کرام کو عطا فرمایا، جب کہ جو اصلاح معجزے سے ہوتی ہے وہی کرامت سے ہوتی ہے، اور بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہوں، تو شیخ اپنے مرید اور شاگرد کے احوال کو جانتا ہے اور یہ تعجب کی بات ہے۔ اُس کا علم ہر معلوم کے متعلق محیط ہو، یا غیب حقیقی کے ساتھ جیسا کہ شاگرد کے فعل کا علم کہ کل وہ ایسا کرے گا یا وہ فلاں جگہ فوت ہو گا۔

یا غیب اضافی کے ساتھ شیخ کے نزدیک وہ غیب جو اللہ تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ مختص ہے تو وہ غیر اللہ کے لئے بھی ثابت ہے تو یہ شرک ہو گا۔ اور شائد شیخ اسماعیل دہلوی کی مراد شاگرد کے ماضی اور مستقبل کے تمام احوال کا علم ہے، یا اُس کی موت فلاں جگہ واقع ہو گی، تو جب اُس کا یہ اعتقاد ہو گا کہ اُس کے شیخ کا یہ علم اللہ سبحانہ کے اعلام

---

[1] آل عمران آیت ۴۸ [2] یوسف آیت ۳۷

کے علاوہ ہے تو بے شک یہ شرک ہو گا۔

فصل

شرک فی العادت کے تحت بہت سے افعال آتے ہیں، جن میں سے بعض کفر کے درجہ تک بعض حرمت کے درجہ تک اور بعض کراہت تحریمہ اور تنزیہہ کے درجہ تک پہنچتے ہیں، اور ان تمام افعال کو کفر و شرک قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرنے والا شرک اکبر کی تینوں اقسام سے اجتناب کرتا ہے اور اِس امر کا حکم دیگر تمام گناہوں کے حکم میں ہے، یعنی بغیر توبہ کے اِس کی مغفرت کا امکان ہے، جیساکہ اس کا بیان اس کے بعد آئے گا۔

عبدالنبی، غلام نبی نام کیسے ہیں

ہمارے ساتھیوں سے شیخ اسماعیل دہلوی نے غلطی کی ہے اُس نے شرک کی جن تمام اقسام کو ناقابل بخشش قرار دیا ہے اُن میں شرک فی العادت کو بھی داخل کیا ہے اور شرک فی العادت میں اُن ناموں کو شامل کیا ہے جن سے غیر اللہ کی عبودیت کے معنی مفہوم ہوتے ہیں جیساکہ عبدالحسین عبدالنبی اور ان جیسے نام ہیں۔

رہا غلام علی، غلام محی الدین، غلام محمد اور غلام غوث نام رکھنا تو یہ نص حدیث سے بلاکراہت جائز ہے۔

دیکھن البتہ وہ کہتا ہے میرا لڑکا میری لڑکی میرا جوان لڑکا یا میری جوان لڑکی تو اسے ہمارے بھائیوں کا مکروہ یا شرک اکبر کہنا غلط ہے۔

شارع علیہ السلام کے علم میں ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمن نام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اگر عبودیت کے معنوں میں دوسرے اسماء کا اطلاق عبادت کے معنوں میں ہوتا تو شارع اس سے روک دیتے جبکہ اس کے برعکس متعدد احادیث سے عبد کا عرفی مالک کی طرف اضافت و انتساب ثابت ہے اور یہی امر ان ناموں سے ظاہر ہوتا ہے جن میں غیر اللہ کی عبودیت کے معنے پائے جاتے ہیں تو یہ شرک اکبر نہیں جب کہ تیرا ارادہ عبودیت رقیۃ و عرفیہ خدمت کے معنوں میں ہے اور اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا[1]

پھر جب اس نے ان دونوں کو جیسا چاہیئے تھا بچہ عطا فرمایا انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرائے۔

اگر یہ امر شرک اکبر ہوتا تو اس کا صدور نبی سے نہ ہوتا ایسے ہی اس کا صدور ان کی زوجۂ محترمہ حضرت حوا علیہا السلام سے بعید ہے۔

ان شرکیات میں سے ان کا یہ کہنا کہ جو اللہ چاہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں یا جو اللہ تعالیٰ اور تو چاہے! تو اگر کہا! جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر تو چاہے یا اللہ تعالیٰ چاہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو اس میں کراہت نہیں۔

اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا

ان میں سے ایک غیر اللہ کی قسم کھانا ہے! اگر غیر صنم یا طاغوت ہے

---

[1] الاعراف آیت ۱۹۰

اور حلف سے اُس کا مقصد صنم یا طاغوت کی تعظیم کرنا ہے تو یہ کفر ہے اِس کے لئے تجدیدِ ایمان ضروری ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَنْ حَلَفَ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

جو شخص لات اور عزیٰ کی قسم کھائے تو وہ لا الٰہ الا اللہ کہے یعنی تجدیدِ ایمان کرے۔

اگر غیر سے مُراد ماں باپ یا نبی ولی ہیں تو اِن کی قسم کھانے میں کراہت ہے اور بعض نے افلح اور اُس کے باپ کی حدیث سے جائز کہا ہے اگر سچی ہو، ایسے ہی کعبہ و مسجد اور نبی یا ولی کی قبر کا حلف اُٹھانا ہے۔ اور اِس میں بطور خاص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھانے میں اختلاف ہے اور جمہور عدمِ جواز پر ہیں جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرت اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کہا تھا کہ مجھے میری آنکھوں کی ٹھنڈک حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم ہے۔

رہا قرآن کا حلف اُٹھانا تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات کی قسم اُٹھانے میں کوئی ڈر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نذر

اِن میں سے یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نذر مقامات و اوقات شرک میں ادا کرنا تو مشرکین کے ساتھ مشابہت کی بنا پر اِس سے احتراز لازم ہے اور اِس کی دلیل بوانہ کے مقام پر اونٹ کی قربانی ہے۔ (۲۱)

ئے نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا۔ فیھا وثن من الاوثان جاہلیۃ ھل کان عید من اعیادھم کیا وہاں دورِ جاہلیت کا بُت یا مشرکین کی کوئی عید ہے؟

فاتحہ خوانی جائز ہے

رہی غیر اللہ کی نذر تو یہ صریح شرک ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! انما النذر ما ابتغی بہ وجہ اللہ اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اِس کا ثواب نبی یا ولی یا اموات میں سے کسی کو پہنچانا مقصود ہے تو یہ جائز ہے اور اِس زمانہ میں اس کا نام فاتحہ ہے اور اِس کی صراحت مولٰنا عبد العزیز دہلوی اور مولٰنا اسحٰق اور دوسروں نے کی ہے بعض نے کہا کہ اِس عمل کی اصل شرع میں نہیں پائی جاتی لہٰذا بدعت قرار پائے گی؟ جب کہ دُوسروں نے اِن کے جواب میں کہا! اِس کی اصل شریعت میں موجود ہے اور وُہ حضرت اُم سعد کے کنوئیں کی حدیث ہے اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاء کے کُنوئیں کے لئے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسُوب ہے اور دُوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف صدقہ ہے

میں کہتا ہوں! یہ عمل تمام صوفیاء کرام کے درمیان بغیر اختلاف و انکار کے مُتداول اور مروّج ہے۔

فائدہ جب نذر کا حلوہ، روغن زیتون یا نقدی اور کھانا ولی یا نبی کی قبر کی طرف لایا جائے گا تو بلاشبہ یہ نذر باطل اور شرک و معصیت

قرار پائے گی اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے من قدم ذباباً الی اصنم یعنی جو بُت کی طرف ایک مکھی بھی لاتا ہے، اور بعض نے جائز کہا ہے جبکہ نذر اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہو اور قبر کی طرف ہدیہ بھیجا ہو اور اسے بُت پر قیاس کرنا درست نہیں جیساکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ بُت کی طرف ہدیہ لے جانے والا بالاتفاق مشرک ہے۔

مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہ

اگر اولیاء اللہ کی نذر مان کر اُن کی قبور کی طرف ہدیہ لے جائے گا تو وہ بھی متفق علیہ مُشرک ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی نذر مان کر اولیاء اللہ کی قبُور پر لے جاتا ہے تو اس میں اختلاف ہے، پھر اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ حلوہ وزیتون اور نقد وطعام اصنام وطواغیت یا قبور انبیاء واولیاء کی طرف نذر یا ہدیہ لے کر جانا بالکل حرام ہے یا نہیں؟ چنانچہ فقہاء احناف وشوافع نے مہر بغی اور حلوانِ کاہن پر قیاس کرتے ہُوئے حرام کہا ہے اور اس پر مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہ سے دلیل پکڑی ہے۔

دُوسروں نے کہا اُس کے اِس فعل حرام کی حرمت ہدیئے پر اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ ہدیہ کا اپنی اصل پر حلال ہونا باقی رہتا ہے۔ اور مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہ جانور یا حیوان کے لئے مخصوص ہے جب کہ بعض نے اس سے جانور کو ذبح کرتے وقت اُس پر غیر اللہ کا نام پکارنا مُراد لیا ہے۔

عُلمائے مکہ نے جو خطوط محمد بن عبد الوہاب کو بھیجے تھے اُن میں اُنہوں نے نذر شرعی کے وجُوب کے بارے میں کہا یہ علیٰ نفسہٖ

واجب کے ساتھ نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے وہ غیر اللہ کے
لئے حرام ہے۔ تو بے شک جو حقیقت کے ساتھ عالم میں بالاستقلال موثر ہے
وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں اور اس نذر میں پاکیزہ مال سے کسی کے لئے نذر
کی گئی چیز اپنی طہارت پر باقی رہے گی اور نجس و حرام نہیں ہو گی اگرچہ نذر
حرام ہو"۔

میں کہتا ہوں تقویٰ یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے اور یہ تمام رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس حدیث پر عمل ہو گا جو مشتبہ چیزوں کے بارے
میں ہے وَمَا بَینَھُمَا مُشتَبِھَاتٌ وَمَنِ اتَّقَی المُشتَبِھَاتِ
یعنی جو دونوں کے درمیان مشتبہ ہو اور جو اشتباہات سے بچے
اور آپؐ کا یہ ارشاد دَعْ مَا یُرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیبُکَ
یعنی جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دے
اِس میں راجح امر یہ ہے کہ اصنام وطواغیت کے لئے ہدیہ مطلقاً حرام
ہے اور اِس میں جو ہدیئے قبورِ انبیاء صالحین کی طرف ہیں اُن کی تفصیل یہ
ہے۔ اگر اُن کے لئے نذر ہے تو حرام ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کیلئے
ہے اور اُن کو بطور ہدیہ بھیجا گیا ہے تو حلال ہے"۔

فاتحہ جائز نذر نیاز حلال

فائدہ ہمارے زمانے کے لوگوں میں یہ امر مشہور ہے کہ وہ کھانا
پکاتے ہیں اور حلوہ تیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ فلاں انبیاء واولیاء کی
نیاز ہے، پس اگر نیاز کا معنیٰ ہدیہ تحفہ ہے اور غیر اللہ کی نذر مقصود
نہیں بلکہ اُس کی رُوح کو ایصال ثواب کرنا مقصود ہے تو راجح صورت

کی حیثیت سے حلال ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں. اور اگر راجح کے علاوہ ہے تو اُس کی حرمت ہے "

عُلمائے مکہ نے محمد بن عبد الوہاب کو لکھے گئے اپنے خطوط میں کہا اگر نذر اللہ کے لئے ہو اور مصرف کے بیان میں نبی یا ولی کا تذکرہ ہو یا توسل کے طریق پر یُوں کہے! یا اللہ اگر میری حاجت پُوری ہو جائے تو فلاں نبی یا ولی کے خدام پر صدقہ کروں گا یا اُس کے دروازے پر فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا "

یا یُوں کہے! یا اللہ فلاں کی برکت سے میری حاجت کو پُوری فرما اور ایسے ہی وہاں پر صدقہ کرے یا اُنہیں ثواب کا ہدیہ پہنچائے "

یا یُوں کہے! یا نبی اللہ یا ولی اللہ میرے لئے اِس حاجت میں اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں اگر اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پُورا فرما دے تو میں آپ کو اِس صدقے کا ثواب ہدیہ کروں گا تو اِن تمام صُورتوں میں نذر جائز ہے "

رہا یہ کہنا کہ یہ نبی کی نذر ہے اور یہ ولی کی نذر ہے تو یہ نذر شرعی نہیں اور نہ ہی اِس میں نذر شرعی کے معنی پائے جاتے ہیں اور جو اکابر کو ہدیئے دیئے جاتے ہیں اُنہیں عرفِ عام میں نذر کہتے ہیں، انتہیٰ

ستاروں سے بارش کا تعلق جوڑنا

اِن میں سے ستاروں کے طلوع تبدیلی سے بارش کا حساب لگانا ہے؛ حدیث میں اِس لفظ کو کُفر کہا گیا ہے جس سے مُراد یہ ہے کہ جیسے ہم پہلے کُفر پر عمل کرتے تھے. جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا من ترک الصلوٰۃ

متعمداً فقد کفر، یعنی جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا، اور دوسری حدیث میں ہے، من حلف بغیر اللہ فقد اشرک یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا"

طیبی نے کہا ستاروں کے بارے میں جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ یہ فاعل، مدبر اور بارش کو پیدا کرتے ہیں جیسا کہ اہل جاہلیت کا گمان تھا تو وہ شخص حقیقی کافر ہے"

اور جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ بارش اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل اور ارادے سے اترتی ہے اور ستاروں کا طلوع تبدیل ہونا بارش کی نشانی ہے تو اس نے مکروہ امر کا ارتکاب کیا۔

ان میں سے یہ ہے، نجومی یا کاہن کے پاس آکر ان سے پوچھنا، ستارہ شناسی، فال نکالنا، شگون لینا، اعداد کو دس گنا کر کے حساب نکالنا بر فالی بد فالی بد شگونی کھوپڑی وغیرہ پر لکھنا ہے۔

سعد اور منحوس دن

ان میں سے بعض ایام و تواریخ کو مسعود اور بعض کو منحوس قرار دینا ہے، قرآن مجید میں جو یوم نحس مستمر وارد ہوا ہے اس سے قوم عاد کے لئے نحس ہونا مراد ہے، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا! چار دن نحس مستمر ہیں اور قرآن میں وارد ہونے والے ایام نحس سے مراد وہ چار دن ہیں، جن میں قوم عاد پر عذاب نازل ہوا اور ان سے عام چار دن منحوس مراد نہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ دن اللہ کے دن ہیں اور بندے

اللہ کے بندے ہیں،

اس طرح شرک ہے

اِن میں سے غیر اللہ کے لئے تحیت و تعظیم کے طور پر سجدہ، رکوع، عاجزی اور قیام نماز کی طرح قیام ہے، اگر اِن امور کو غیر اللہ کی عبادت کے طور پر کیا جائے گا یعنی یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وُہ مستقل مختار بذاتہٖ ہے یا اللہ کے ساتھ شریک ہے یا اللہ سبحانہ۔ نے اُسے بعض امور تفویض کئے ہیں جن میں وُہ اللہ تعالیٰ کے اِذنِ جدید اور حُکم و امر میں مُحتاج نہیں بلکہ وُہ اِس میں جو چاہے جب چاہے تصرّف کرے تو یہ شرک اور کُفر ہے،

تعظیم و قیام شرک نہیں

رہا آنے والے کی تعظیم اور احترام کے لئے نماز کی طرح قیام تو بعض نے اِسے مکرُوہ اور بعض نے جائز کہا جب کہ مختار مذہب جائز ہے، جیسا کے بادشاہوں، بڑے لوگوں اور مشائخ و عُلماء کے گرد قیام ہوتا ہے، اور جو شخص اِس سے سرُور حاصل کرتا ہے اور خدّام کو حُکم دیتا ہے کہ وُہ اُسے حلقے میں لے کر قیام کریں تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے

ان میں سے عُلماء و اُمراء اور فُقراء کے سامنے زمین کو بوسہ دینا ہے اِس میں اختلاف ہے بعض نے اِسے مکروہ اور بعض نے حرام کہا اور راجح قول مکرُوہ ہے،

اِن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو مخلوقات میں سے کسی کا سفارشی

بنانا ہے جیسا کہ حدیث میں اعرابی کا قول ہے اور اس میں بعض جہلا کہتے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ تو وہ اسم اللہ سفارشی قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ دے، اگر للہ کہنے سے ان لوگوں کی مراد اللہ تبارک وتعالے کی رضا کا وعدہ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب حاصل کرنے کے لئے ہے تو یہ شرک نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ غیر اللہ کو پکارنے کا کلام باقی ہے اور اُس میں تفصیل موجود ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں"

تعویز گنڈا کے بارے میں

ان میں سے یہ ہے کہ تعویز گنڈا اور دھاگہ کوئی چیز نہیں جو رسم جاہلیت کے مطابق گلے میں ڈال لیتے ہیں ایسے ہی جاہلیت کے الفاظ جن کا معنیٰ معلوم نہیں، یا وہ الفاظ جو اسماء شیاطین کو متضمن ہیں یا وہ الفاظ جو کفر و شرک کو شامل ہیں نیز ستاروں اور ارواحِ کفار و شیاطین سے مدد مانگنا ہے۔

رہا تعویذ گنڈا میں اللہ تبارک وتعالےٰ کے اسماء کا ذکر کرنا اور اُن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام لکھنا جیسا کہ ماثور دعائیں اور ملائکہ اور اللہ تبارک وتعالےٰ کے نیک بندوں کے نام لکھنا تو اس میں کچھ حرج نہیں"

گلے میں تعویز پہننے کے جواز میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت موجود ہے لیکن ہمارے ساتھیوں سے سید صاحب نے تعویز پہننے کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے یہاں تک کہ بچے کی گردن میں

تعویذ ڈالنے کو بھی مکروہ کہا ہے اور ایسے ہی بازوؤں اور پنڈلی پر تعویذ باندھنا مکروہ کہا ہے "

نسائی شریف کی حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص گرہ باندھ کر پھونک لگاتا ہے تو بے شک یہ جادو ہے جب کہ اس کے برعکس ہمارے ساتھیوں میں سے شیخ ولی اللہ دہلوی گلے میں دھاگہ باندھنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اور اس میں اُن کا اعتقاد ہے کہ سورۃ الرحمان پڑھ کر ہر فبای الاء ربکما تکذبان پر دھاگے کو گرہ لگائے تو بچے کے جسم پر چیچک اور دانے وغیرہ نکلنے سے حفاظت ہو جاتی ہے "

ایسے ہی علماء نے مسافر کے بازو پر امام ضامن باندھنے کو مکروہ کہا ہے ۔ جو ہمارے زمانے میں جہلاء کے درمیان رائج ہے کہ درہم و دینار یعنی روپے پیسے میں دھاگہ ڈال کر سفر کو جاتے ہیں اگر اس درہم و دینار سے مراد اللہ تعالےٰ کی نذر ہے اور مسافر اسے فی سبیل اللہ خرچ کرے گا اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ سفر و حضر میں حافظ و ضامن ہے تو یہ فعل بدعت مکروہہ ہے کیونکہ شارع علیہ السلام سے اس کی اصل موجود نہیں، اور اگر غیر اللہ کی نذر ہے جیسا کہ اماموں سے کسی امام کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ مسافر کی حفاظت کریں گے تو یہ شرک صریح ہے اور ایسا کرنے والا ایمان سے نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ میں رکھے "

شفاعت کیسے ہو گی

ان میں سے اللہ تعالےٰ کے ہاں وجاہت د قوت ... شفاعت کرنے

کا عقیدہ ہے جیسا کہ سلاطین زمانہ کے سامنے اُمراء وارکانِ سلطنت سفارش کرتے ہیں۔

جب کہ شریعت میں یہ شفاعت ایک کمزور اور متضرع بندے کی اپنے پروردگار کے حضور میں اُس کی اجازت ورضا اور اشارہ و ایما پر سفارش کرنا ہے اور اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنی کتاب میں بعض مقامات پر جس شفاعت کا ذکر فرمایا ہے وہ یہی شفاعتِ اولیٰ ہے دُوسری صورت میں شافع جس کے حضور میں شفاعت کرے گا وہ اُس کے نزدیک مجبور قرار پائے گا اور مشرکین عرب یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ اُن کے معبود اللہ تعالیٰ کے حضور میں شفاعت کریں گے چنانچہ اُنہوں نے کہا!

وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [1] — اور کہتے ہیں یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [2] — کہتے ہیں ہم تو صرف اِتنی بات کیلئے پُوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں۔

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ [3] — کیا اُنہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں

لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ [4] — اللہ کے سوا اُنکا نہ کوئی حمایتی ہے نہ سفارشی

اور حق یہ ہے کہ اِس شفاعتِ شرکیہ کی مثل عقیدہ شرکِ الٰہ میں داخل

---

[1] یونس آیت ۱۸ [2] الزمر آیت ۳ [3] الزمر آیت ۴۳ [4] الانعام آیت ۵۱

ہے اور انسان اِس کے ساتھ ایمان سے نکل جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق فرمایا،

وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ [1] دُنیا و آخرت میں وجیہہ اور قربت والا ہوگا،

نسبتِ حقیقی و مجازی

اِس کا معنیٰ اللہ تبارک وتعالےٰ کے ہاں صاحب تکریم ہونا ہے نہ کہ اُسے العیاذ باللہ حضرتِ الوہیت میں قوت حاصل ہے اِن میں سے یہ کہنا کہ مجھے اس دواء سے شفاء اور فائدہ حاصل ہوا ہے اور اس سے بیماری اور نقصان پہنچا ہے اور آج دودھ پینے سے میرے پیٹ میں درد ہونے لگا یا سناء استعمال کرنے سے اسہال ہوا ہے اور ایسے ہی دوسری چیزیں، تو اچھی بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے اللہ تعالےٰ نے مجھے فلاں دواء سے شفاء اور فائدہ پہنچایا ہے اور جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے تو سناء اسہال لاتی ہے اور پانی نمی دیتا ہے اور آگ جلاتی ہے، اور اگر مومن مجازاً آثار کو اسباب سے منسوب کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے! مومن اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے نام لے یا نہ لے اور فی الحقیقت غیر اللہ کو متصور نہیں کرتا اسلئے اِن کلمات کی مثل کلمات پر عوام کو ملامت نہیں کی جائے گی رہے اللہ

---

[1] آل عمران آیت ۴۵

کے خاص بندے تو وُہ اس میں شدید احتیاط کرتے ہیں بلکہ غیر اللہ کی طرف لفظ بادشاہ کی اضافت کرنے سے بھی احتراز کرتے ہیں پس وُہ نہیں کہتے کہ یہ میرا کپڑا، میرا گھر، میرا بندہ، میری قوم اور میرا مال ہے اور ایسے ہی دُوسرے کلمات ہیں کیونکہ تمام مال اللہ کا ہے اور وُہی حقیقی مالک ہے۔

علم سحر و نجوم

ان میں سے جادُو، فال نکالن، ٹونا ٹوٹکا، تعویذ دھاگہ مسمریزم اور اس کی مثل دُوسرے شعبدے اور سفلی کام ہیں جن میں نظر اور جنوں اور شیطانوں کے ساتھ مدد حاصل کرنا ہے بعض لوگوں نے بچوں کے لئے تعویذ لکھنا جائز کہا ہے، اور ہمارے امام احمد بن حنبل نے جادُو سیکھنے سکھلنے کو کُفر کہا ہے، بعض نے کہا جادُو کا اجراء اور اُسکا چلانا کُفر ہے اور سیکھنا سکھانا گناہ کبیرہ ہے۔

تعجب ہے کہ رازی نے کشف المکتوم نامی کتاب سحر و نجوم کے علوم پر کیسے لکھدی۔

رہا، آلات کے توسط سے اعمالِ عجیبہ تو یہ جادُو میں داخل نہیں، جیساکہ ٹیلی گراف، ٹیلی فون، گراموفون، ڈائنامیٹ، دخانی جہاز، جنگی کشتیاں، لاسلکی ٹیلگراف، تھرمامیٹر، طوُفان کی پیشگوئی کرنے والا آلہ بلندی کا پیمانہ، دُھوئیں سے پاک بارود اس قسم کی دیگر لطیف مصنوعات ہیں

تقلید شرک ہے

ان میں سے غیر اللہ کو اللہ تعالےٰ کی مثل پکڑنا اور اُن کے ساتھ

اللہ تعالےٰ جیسی محبت کرنا اور وُہ شخص جو رائے اور قیاس کو رسُول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر مقدم سمجھے تو وُہ اِس شرک میں مُبتلا ہے، رہا! رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے آل واصحاب سے محُبت کرنا تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں داخل ہے ایسے ہی اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں سے محُبت کرنا ہے،

ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محُبت کا دعویٰ کرے اور دوُسروں کی بات کو آپ کے قول پر مقدم سمجھے تو وُہ جھوُٹا ہے،

اِن میں سے تقلیدِ جامد ہے جسے عام لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے یعنی نص کی موجودگی کے باوجود اُس کے خلاف مجُتہد کے قول کو نہ چھوڑنا اور یہ فی الحقیقت شرک فی الرسالت ہے اور غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی مثل بنانے میں داخل ہے اور اِس پر عدی بن حاتم کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ربیع بن انس نے کہا! میں نے ابی عالیہ سے کہا یہ ربوبیت کیسے ہوتی ہے؟ اُنھوں نے کہا! وُہ اللہ کی کتاب میں وُہ امر پاتے ہیں جس کا اُنہیں حُکم دیا گیا اور اُس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم اپنے عُلماء واحبار پر کسی چیز کو سبقت نہیں دیں گے وُہ جو کام کہیں گے ہم کریں گے اور جس سے روکیں گے ہم رُک جائیں گے یہ لوگ اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور لوگوں کی باتوں سے نصیحت پکڑتے ہیں"

ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا! تو بے شک نبی کے درمیان اُن کی عبادت حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام کرنے میں تھی نہ وُہ اُن

کے لئے نمازیں پڑھتے اور نہ روزے رکھتے اور اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے تو یہ بندوں اور اموال کی عبادت ہے،

کعبے کے ساتھ شرک

اِن میں سے ریاء اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول باتوں کے ساتھ شرک ہے اور اِن میں کعبہ شریف کے ساتھ شرک ہے جیسا کہ قبور، دُوسری مسجد، مُرشد اور شیخ کا طواف کرنا یا قبروں کو مس کرنا اور چُومنا اور اُن پر غلاف اور ردائیں چڑھانا،

مشرکوں کے ساتھ شرک

اِن میں سے مشرکین کی عیدوں اور کافروں کے میلوں اور مراسم میں شراکت اور اُن دِنوں میں اظہارِ فرحت وسرُور اور زینت کرنا ہے جیسا کہ عید نوروز، دیوالی، دسہرہ، ہولی اور اِس قسم کے تہوار منانا ہے، اِس باب کی اصل رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد میں ہے،

من تشبّٰہ فی دیار العجم فعمل نوروزھم ومھرجانھم حشر معھم

جو شخص دیارِ عجم میں ہونے والے اُن کے نوروز اُن کے مہرجان کے دِنوں کو منائے گا اُس کا حشر اُن کے ساتھ ہوگا،

کرسمس ڈے منانا

رہا کرسمس کی عید یعنی حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے یوم پیدائش

پر خوشی کرنا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم پیدائش پر خوشی کی جاتی ہے تو ہم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی خوشی مناتے ہیں کافروں سے زیادہ حق دار ہیں "

محفلِ میلادِ مصطفیٰ

ہمارے نبی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جشنِ ولادت کے اظہار کے لئے مجلس میلاد قائم کرنے میں اختلاف ہے اگر بدعات و محرمات سے خالی ہو تو جائز ہے جیسا کہ ابن جوزی، نووی، ابن حجر، سخاوی، سیوطی، اور قسطلانی نے بیان کیا اور اس کی اصل انہوں نے پیر اور عاشورہ کے دِن روزہ رکھنے والی حدیثوں سے نقل فرمائی اور بعض نے اسے مکروہ کہا جیسا کہ ابن حاج، فاکہانی، شیخ احمد مجدد سرہندی سید اور ہمارے شیخ بشیر الدین قنوجی ہیں اور یہ اسے بدعت قرار دیتے ہیں اور راجح قول دوسرا ہے، کیونکہ یہ مجلس ثواب کی نیت سے منعقد کی جاتی ہے تو اس میں بدعتِ مباحہ داخل نہیں جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے اور اُن کی کھانے پینے، شادی بیاہ، منگنی اور خوشی کی رسمیں ہیں،

رہا ذکر ولادت کے وقت قیام تو اس کی شرح میں اصل موجود نہیں اور اکثر لوگوں نے اس کے بدعت قبیحہ ہونے کی صراحت کی ہے اور ایسے ہی غم و اندوہ کی مجالس ہیں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا قصہ یا ہمارے امام حسین بن علی علیہما السلام کی شہادت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے تو اس کے بدعت مکروہ ہونے

پر اتفاق ہے، ایسے ہی عُرس کے بدعت مذمومہ ہونے پر اتفاق ہے.
یعنی قبروں پر چراغ جلانا اور لوگوں کو اس طرف دعوت دینا اور خوشی منانا

مخصوص نیازیں

ان میں سے مخصوص شرائط وقیود کے ساتھ نیازیں ہیں جیسا کہ اہل جاہلیت کی عادت ہے اور کہتے ہیں! یہ نیاز سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ہے اسے مرد اور بیوگان نہیں کھا سکتے، جبکہ بعض نیازیں مردوں کے لئے مخصوص ہیں اور اُن کی بیویوں پر حرام ہیں،

ایسے ہی بعض نیازوں کے لئے کھانے کی قسمیں مخصوص کر رکھی ہیں اور اس میں دُوسری قسم جائز نہیں سمجھتے تو کیا یہ اللہ تبارک وتعالےٰ پر افتراء اور دین میں اختراع نہیں اور کیا یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جُرأت نہیں اللہ ہمیں اس سے پناہ میں رکھے،

فصل

انبیاؑ۔ صالحین کا وسیلہ

اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف انبیاء کرام اور اُس کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑنے کے جواز میں اختلاف ہے،

بعض کہتے ہیں وسیلہ مطلقاً جائز نہیں،

بعض کہتے ہیں مُردوں کے علاوہ زندوں کا وسیلہ جائز ہے،

بعض کہتے ہیں وسیلہ پکڑنا مُطلقاً جائز ہے خواہ زندہ سے ہو یا فوت شدہ سے۔

بعض کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ جائز ہے دوسرں کا نہیں، یہ قول ابن عبدالسلام کا ہے اور اِسے مروزی نے "المنسک" میں ہمارے امام حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ بے شک وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے تھے اور ابن قیم نے اِسی کو اختیار کیا ہے"

دُوسرے قول میں اُسکے شیخ نے دو روایتیں بیان کیں اور اُسے ہمارے اصحاب میں سے سُبکی، شوکانی اور سید نے اختیار کیا،

اختیار شدہ قول اور حیاتِ انبیاء

تیسرا قول مختار ہے کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ غیر اللہ کا وسیلہ جائز

ہے تو پھر زندوں کے اختصاص کی کونسی دلیل ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کے اثر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ توسل منع ہونے
پر کوئی دلیل نہیں اور بے شک حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
ساتھ توسّل لوگوں کے ساتھ اُن کا دُعا کرنا تھا اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں ایسے ہی شہداء اور صالحین اپنی قبروں
میں زندہ ہیں اور بیشک ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ پر دعویٰ
کیا تھا مگر اُس سے سوائے اِس کے کوئی چیز نہ ثابت کر سکے"

ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے استغاثہ
جائز نہیں لیکن وہ عبادت کے معنوں میں ہے ہاں آپ کے ساتھ توسّل
جائز ہے"

وسیلہ کملی والے کا

بے شک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال پاک کے بعد،
عثمان بن حنیف نے ایک شخص کو سکھایا جو اُن سے اختلاف رکھتا اور
اِس دُعا کی طرف التفات نہ کرتا تھا جس میں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ "الیٰ آخرہ"

الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبیٔ رحمت حضرت محمد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں"
بیہقی نے اِسے متّصل اسناد کے ساتھ نقل کیا اور اس کے رجال
ثقہ ہیں، میں نہیں جانتا کہ "اِس کے خلاف کیوں کہا جاتا ہے" جب کہ
قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے کہ اعمالِ صالحہ کیساتھ اللہ تبارک وتعالےٰ

کی طرف توسّل جائز ہے تو اسے صالحین کے ساتھ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے،،

امام جزری نے حصن حصین میں آداب دُعا کے سلسلہ میں کہا! اللہ تعالیٰ کی طرف انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات اور اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑیں،،

دُوسری حدیث میں آیا ہے! یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّی، یا محمد میں اپنے رب کے وسیلہ سے آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں،

سیّد نے کہا! یہ حدیث حسن ہے اور موضوع نہیں اور حافظ ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے،

حدیث دُعا میں وارد ہوا ہے! اَللّٰھُمَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّکَ وَمُوْسٰی نَجِیِّکَ الٰہی اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اور اپنے نجی مُوسیٰ علیہ السلام کے توسل سے، میری حاجت پوری فرما، اسے ابن اثیر نے نہایہ میں اور ہیثمی نے مجمع میں نقل کیا ہے،

حاکم وطبرانی اور بیہقی نے حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا کی حدیث میں نقل کیا ہے، کہ اُس میں ہے یارب میں تجھ سے بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سوال کرتا ہوں،

ابن منذر نے نقل کیا ہے کہ اس دُعا میں ہے "

اللھم انی اسألك بجاہ محمد عندك وكرامته عليك

یعنی الٰہی میں بجاہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تیرے نزدیک صاحب عزت وکرامت ہے،

اہلِ علم وفضل کا وسیلہ

امام سبکی نے کہا! توسّل واستغاثہ اور سفارش اچھی چیز ہے،

امام قسطلانی نے زیادہ کیا کر تضرع، گڑگڑانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں اور سلف وخلف میں
کسی نے بھی اِس کا انکار نہیں کیا یہاں تک کہ ابن تیمیہ آیا اور اُس
انکار کیا"۔

ہمارے ساتھیوں میں سے شوکانی نے کہا ! وسیلے کا جائز ہو
رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں جیسا کہ ش
عزالدین بن عبدالسلام کا گمان ہے بلکہ اہل فضل وعلم بھی اللہ تبارک
تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں فی الحقیقت توسل اُن کے اعمال صالحہ اور اُن
فضیلت فاضلہ کے ساتھ ہے"۔

دُوسرے مقام پر کہا انبیاء واولیاء میں سے کسی بھی نبی یا ولی کا
پکڑنے میں کچھ حرج نہیں اور نہ ہی عُلماء میں سے کسی عالم کا وسیلہ پ
ناجائز ہے"۔

اور جو شخص کسی قبر کی زیارت کے لئے جا کر اللہ وَحدَہٗ کے حض
میں اُس میّت کو وسیلہ بنا کر دُعا کرے اور کہے ! الٰہی میں تجھ سے ا
لئے شفاء کا سوال کرتا ہوں اور اِس نیک بندے کو تیری طرف وس
بناتا ہوں تو اِس کے جائز ہونے میں کچھ تردّد نہیں، انتہیٰ مختصراً"۔

ہمارے بزرگ شیخ مولانا اسحٰق نے اپنی کتاب مِائۃ مسائل میں ا
تبارک وتعالیٰ سے اِس طرح دُعا کرنا جائز کہا ہے کہ بحُرمت فلاں میر
حاجت پوری فرما اور روایت آئی ہے کہ دُعا کا آغاز اس طرح کرے۔

بحُرمتِ الشھر الحرام والمشعر العظام وقبر نبیك علیہ السلام"۔

یعنی بحرمت حرمت والے مہینے کے اور شعائر عظام کے اور تیر

نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کے مولانا اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں ایسا کہنا جائز لکھا ہے"

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِوَسِیْلَةِ فُلَانٍ مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ

یعنی الٰہی میں فلاں ولی کے وسیلہ سے تیرے حضور میں سوال کرتا ہوں"

فصل

حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا کیسے قبول ہوئی بحق یا بحُرمت

اِس میں اختلاف ہے کہ دُعا میں بحق فلاں کہے یا بحُرمت فلاں، جیسا کہ تمام تر صُوفیاء کرام کے نزدیک مرسُوم ہے بعض نے کہا جائز نہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر کسی کا حق نہیں اور درُست بات یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ صحیحہ میں لفظ حق وارد ہُوا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ[1] — اور مُسلمانوں کی مدد فرمانا ہمارے ذمہ ہے

بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ[2] — ہاں کیوں نہیں سچا وعدہ اُس کے ذمہ پر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

حضرتِ آدم علیہ السلام نے کہا اللّٰھم بحق محمد علیك . یعنی الٰہی اُس حق

---

[1] الروم آیت ۴۷ [2] النحل آیت ۳۸

کے ساتھ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تجھ پر ہے،

جب حضرت آدم علیہ السلام نے سوال کیا تو اللہ سبحانہ نے انہیں فرمایا جب تو نے مجھ سے بحق اُن کے سوال کیا تو میں نے تجھے بخش دیا حاکم نے اسے صحیح کہا

دیلمی نے واہی سند کے ساتھ روایت کی جس میں ہے،

اللھم انی اسألك بحق محمد وآل محمد

یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے کہا! الہٰی میں بحق محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ سے سوال کرتا ہوں"

ابن نجار حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا وہ کلمات کیا تھے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمانے کے لئے اُنہیں القاء فرمائے؟،

آپ نے فرمایا! بحق محمد وعلی وفاطمہ اور حسن وحسین "علیہم الصلوٰۃ والسلام، دار قطنی نے کہا اِس کے ساتھ عمرو بن ثابت کا تفرد ہے اور یحیٰ نے کہا وہ ثقہ اور مامون نہیں، ابن حبان نے کہا موضوع روایات بیان کرتا ہے"،

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الہٰی میں تجھ سے اُس حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تجھ پر سائلوں کا ہے، اور بحق تیری طرف اِس مشیت کے اور فرمایا بندوں کا اللہ تعالےٰ پر حق ہے، اور فرمایا اللہ تبارک وتعالےٰ پر اُس کا حق ہے کہ اُسے جنت میں داخل کرے،

رہا دُعا۔ میں بحرمت کہنا تو یہ نبی اکرم حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے جیسا کہ اِس سے پہلے ہم نے بیان کیا۔"

انتباہ! غیر اللہ سے دُعا اور اُس کی طرف تقرب اور اُس کے نزدیک تضرع اِس گمان کے ساتھ کرے کہ وُہ اُس کے اور اللہ تبارک وتعالےٰ کے درمیان ایسے وسائط ہیں کہ بغیر اُن واسطوں کے اُسکی دُعا اور نداء اللہ تبارک وتعالےٰ کے دربار میں نہیں پہنچتی اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ بڑے بادشاہ کی طرح ہے جس کا چھوٹے بادشاہوں اور وزیروں، امیروں کے واسطے کے بغیر ملنا ممکن نہیں تو ایسا شخص مُشرک اور کافر ہے ابن تیمیہ نے اِس کی تصریح کی ہے اور ہمارا کلام توسلؔ سے اِس قسم میں نہیں بے شک وُہ مشرکین کے بارے میں ہے۔"

فصل

ذات باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ

وُہ سبحانہ، تعالےٰ عالم سے خارج خلقت سے الگ ہے نہ وُہ اپنے غیر کے ساتھ مُتحد ہے نہ اُس کا اپنے غیر میں حلوُل ہے اور نہ ہی اُس کے غیر کا اُس میں حلوُل ہے، اور وجودیہ حلولیہ زندیق اور خارج از اسلام ہیں۔"

رہے صوفیاء وجودیہ جن میں شیخ ابن عربیؒ ہیں تو وُہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ حلول واتحاد کے قائل نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی

ذات کو خلقت سے الگ عرش پر ثابت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں حق عین خلق وجود کی جہت سے ہے، تو بیشک وجود ایک ہے اور وہ وجود حق ہے ،اور تمام موجودہ اشیاء کا وجود وجودِ مستقل نہیں جیسا کہ متکلمین۔ وجودِ واجب اور وجودِ ممکن دو وجود کہتے ہیں اور غیر مخلوق ماہیت اور ذات کی جہت سے ہے تو بیشک ممکن کی ذات اور اُس کی ماہیت واجب کی ذات اور اُس کی ماہیت سے مغائرت رکھتی ہے اور اُس بات سے فرار کرتے ہیں جو خالق و مخلوق کے درمیان نسبتِ عامہ سے سمجھی جاتی ہے، جیسا کہ برتن بنانے والا اور برتن اور عمارت اور معمار جب کہ یہ بُطلان کے درمیان ہے کیونکہ یہاں حدوثِ عالم سے پہلے سوائے حق کے کوئی چیز نہ تھی تو یہ تمام چیزیں کہاں سے آئیں"

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی"

ابن عربی اور ابن تیمیہ

ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار کرنے میں تشدد کیا ہے اور اُس کی اتباع حافظ تفتازانی نے کی ہے اور میرے نزدیک وہ حضرت ابن عربی کی مراد کو نہیں سمجھ سکے اور اس میں صرفِ نظر نہیں کر سکے بے شک وہ شیخ ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کے ظاہر الفاظ سے وحشت زدہ ہو گئے اور اگر وہ فتوحاتِ مکیہ میں نظر کرتے تو جان لیتے کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اصولاً فروعاً اہل حدیث میں سے ہیں اور مقلدین کی شدت سے تردید کرتے ہیں۔

بالجملہ اہل حدیث پر دقیق اور لازمی مسئلہ ظواہر کتاب و سُنت کی متابعت اور شیخ اکبر ابن عربیؒ سے سکوت کرنا ہے اور لوگوں کو اِن کی کتابوں کے مطالعہ سے روکنا ہے اور اُن کے امر کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے"

شیخ مجددؒ نے کہا! میں شیخ ابن عربی کا مخالف ہوں اور کہتا ہوں کہ بیشک اُنہوں نے اِس مسئلہ میں غلطی کی، باوجود اِس کے وہ اولیاء اللہ سے ہیں اور جو شخص اُن کی مذمت کرتا ہے اور اُن پر انکار لاتا ہے وہ خطرے میں ہے"

ہمارے ساتھیوں سے سید نے کہا ہمارے عقیدے میں شیخ اجل محی الدین ابن عربی اور شیخ احمد سرہندی دونوں ہی اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ بندوں سے ہیں"

اور اُس کی طرف توجہ نہیں دیں گے جو اِس میں دونوں نے کہا اور یہ کہ ہمارے ساتھیوں سے شوکانی نے شیخ اکبر کی مذمت سے اُس کے دوسرے امر سے رجوع کر لیا تھا"

اور اُس نے کہا! میں نے فتوحات میں دیکھا اور جان لیا کہ یقیناً شیخ ابن عربی کے کلام کو محمل پر حمل کرنا ممکن ہے، ہمارے ساتھیوں سے شیخ صفی الدین نے کہا! میرا مذہب شیخ الاسلام حافظ سیوطی کے مذہب کی طرح ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن کی ولایت کا اعتقاد رکھے اور اُن کی کتابوں پر تحریم نظر رکھے"

رؤیت باری تعالےٰ

فصل، اللہ تعالےٰ کو آنکھ کے ساتھ دُنیا میں دیکھنا عقلاً جائز

ہے اور فی الحقیقت رؤیت آخرت میں ہو گی پس مومن آخرت میں بغیر زحمت اور ضم کے آنکھیں اُوپر اٹھا کر دیکھیں گے جیسے دُنیا میں سُورج اور چاند کو دیکھتے ہیں، اور اُن کے لئے پہلی صُورت میں تجلی ہو گی پھر دُوسری صُورت میں تجلی ہو گی پھر پہلی صُورت میں تجلی ہو گی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے"

اِرادۂ الٰہی

فصل اللہ سبحانہ تعالیٰ بغیر واسطے کے بندوں کے کفر و ایمان اور اطاعت و سرکشی کے افعال کا خالق ہے اور یہ سب اُس کے ارادہ و حکم، قضاء و قدر اور مشیت کے ساتھ ہے"

اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ [1] ترجمہ، جب وُہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو فرماتا ہے ہو جا تو وُہ ہو جاتی ہے"

اور اُس کی ہر قضا اچھی ہے اُسی میں سے خیر ہے اور اُس میں سے شر ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے.

مسئلہ قضاء و قدر

بندوں کے لئے افعال اختیاری ہیں اگر اطاعت کریں گے تو ثواب حاصل کریں گے اور اگر نافرمانی کریں گے تو عقوبت میں گرفتار ہونگے اور اللہ اُنہیں نہیں معاف کرے گا پس نہ جبر ہے اور نہ قدر

---

[1] یٰسین آیت ۸۲

ہے بلکہ دونوں کا درمیانی امر ہے، اور وہ اہلِ حدیث کا مسلک اور مشیت وارادہ کے علاوہ رضاو محبت ہے، پس اللہ تعالیٰ اُس سے اچھے افعال سے راضی اور بُرے افعال سے ناراض ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ہر چیز اُس کی تخلیق وامر اور مشیت وقضاء سے ظہور پذیر ہوتی ہے جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور جسے چاہے گمراہی میں چھوڑ دے،

راستے پر چلنے والا اور راستے کو چھوڑنے والا اللہ تعالیٰ پر موقوف ہے وُہ اگر چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور مخلوق کو اطاعت کی طرف آنے کی توفیق اور طاقت عطا فرمائے۔

فصل رہا اُس امر کا مکلف ہونا جس کی طاقت نہ ہو کا جواز ہمارے نزدیک غیر واقع ہے اور استطاعت فعل سے پہلے اسباب و آلات اور جوارح کی سلامتی کے معنوں میں ہے۔ رہا اس پر قادر ہونا تو جب اللہ تبارک وتعالےٰ اُس فعل کے ساتھ ارادہ کرتے ہیں اُسے پیدا فرما دیتے ہیں اور اُس سے ضرب انسان کے پیچھے مضروب میں رنج والم نہیں پایا جاتا۔

یا انسان کے توڑنے کے پیچھے شیشے میں ٹوٹنا یا آگ کے مس کرنے کے بعد جلنا یا پانی میں جانے کے بعد بھیگ جانا اور ٹھنڈے ہونا یہ تمام مخلوق اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جیسے بندے کے لئے اُس کی تخلیق میں بنایا گیا تو جب اللہ تبارک وتعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اس کے علاوہ اسباب واقع فرما دیتا ہے اور آثار سکین نہ واقع ہوتے ہیں نہ قطع ہوتے ہیں اور آگ نہیں جلا سکتی۔ جب کہ اکثر اوقات خلاف عادت نشانیاں نمودار ہوتی ہیں اور یہ سب کچھ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے،

موت ذبح ہو جائے گی

فصل موت اس کے وعدے کے ساتھ قتل کی جائے گی اور موت میت کے ساتھ قائم اور اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہے جو قیامت کے دن مینڈھے کی صورت میں ظاہر ہو گئی اور پھر موت اور وعدے اور رزق حرام کو ذبح کر دیا جائے گا اور یہ تصور باقی نہیں رہے گا کہ انسان اپنا رزق کھاتا ہے یا دوسرے کا اور اللہ ہی مسعر قابض اور باسط رزاق ہے

جسے دعوت نہ پہنچی ہو

فصل قبیح وہ چیز ہے جس سے شرعاً روک دیا گیا ہو اور اچھی چیز وہ ہے جو اس کے برعکس ہو عقل کے لئے یہ بات نہیں کہ وہ اچھی بری چیز میں حکم کرے بلکہ حاکم وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اگر کوئی بچہ پہاڑ کی چوٹی پر پیدا ہوتا ہے اور اُسے دعوت نہیں پہنچتی تو اُسے آخرت میں معذب نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور توحید کے ایمان پر ہے کیونکہ صانع کی معرفت اور توحید شرع کے ساتھ واجب ہے اور موجب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جیسا کہ تمام فرائض محرمات اور نوافل دمکروہات۔ پھر اگر وہ کفر وشرک پر مرتا ہے تو کیا جنت میں داخل ہو گا یا دوزخ میں یا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؟

اس کے بارے میں تین قول ہیں اور تینوں ہی شرع یا عقل کے ساتھ ایک دوسرے کی ضد ہیں اور درست بات توقف ہے۔

ہمارے شیخ مجددؒ الف ثانی نے کہا بیشک اس کا حساب ہو گا اور

اُسے اُس کا بدلہ دے کر چوپایوں کی طرح فنا کر دیا جائے گا اور عام گمان یہ ہے کہ صانع اور اُس کی توحید کی معرفت عقل کے ساتھ واجب ہے اور یہ اُن سے بے عقل ہے۔"

ہاں جس چیز سے صانع اور اُس کی توحید کی معرفت حاصل ہوتی ہے وُہ عقل ہے اور شرع کے ساتھ واجب ہوتی ہے اور جیسا کہ نبُوّت ہے تو اِس کی معرفت بھی عقل سے لوگوں میں کھُل مِل جانے کے بعد ہے"

اللہ تعالےٰ لایحتاج ہے

فصل اللہ تبارک وتعالیٰ کو فعل کی نہ غرض ہے نہ حاجت پس وُہ غنی مُطلق ہے اور اُسے کسی چیز کی طرف اِحتیاج نہیں یہاں تک کہ وُہ اپنے عرش کا بھی محتاج نہیں اُس کا عرش اُسے نہیں اُٹھا سکتا بلکہ وُہ اپنے عرش اور اِس کے علاوہ کو اُٹھانے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۵ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ؑ

بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ جُنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو اِسکے بعد اُنہیں اللہ کے سوا کون روکے گا بیشک وُہ حلم والا بخشنے والا ہے

ؑ فاطر آیت ۴۱

اللہ تعالٰے سے بُرائی منسوب نہیں ہو سکتی

نہ اُس پر کوئی حاکم ہے نہ اُس سے کوئی برائی اور جھوٹ ہے نہ اُس سے شر ہے اور شر کی تخلیق اُس کا شر نہیں اور نہ ہی اُس کے ساتھ جَور و ظلم کے کسی فعل یا حُکم کو منسُوب کیا جا سکتا ہے۔ خلق و امر میں جو چیز ہے اُس کی حکمت سے ہے اور اُس سے جواب طلب کرنا کسی چیز پر واجب نہیں ہاں جن چیزوں کا اُس نے اپنے کرم و فضل سے وعدہ فرما رکھا ہے۔

خُدا وعدہ خلافی پر قادر ہے

وُہ اپنے وعدے کا خلاف کرنے پر قادر ہے وُہ گنہگار کو ثواب فرماں بردار کو عذاب، اور چوپایوں اور بچوں کو الم دے سکتا ہے، پس خلاف وعدہ کرنا ذات کے ساتھ مُمکن اور اُس کے علاوہ کے لئے منع ہے۔

رہا وعید کے خلاف کرنا تو بعض اہلسنت نے اِس حدیث کی بنا پر اسے جائز کہا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے، جبکہ بعض نے اسے جائز نہیں کہا۔

امتناعِ نظیرِ مُصطفٰے نہیں

اور اس سے یہاں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نظیر بنانا اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقدور میں مُمکن ہے؟

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے اس کی صراحت کی ہے دلیکن نظر کے ساتھ
اُس کے وعدہ کی طرف امتناع ہے کیونکہ اُس نے اُنہیں خاتم النبیین بنایا
ہے اور اس کے باوجود معقول میں تبحر کا دعویٰ ہے تو بے شک وُہ
ممتنع بالذات ہے پس وُہ بے وقوف جاہل ہے اور اُسے ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ یہ قول نہیں پہنچا اور اس میں نبی نبیکم یعنی تمہارے
نبی جیسا نبی ہے جب کہ وُہ امکان کے مخالف ہے پس ابن عباس کی
صراحت کے وقوع کے ساتھ پر تامل کریں،،

اللہ تعالےٰ ظُلم نہیں کرتا

فصل اللہ سُبحانہ، تعالیٰ پر واجب نہیں کہ وُہ اپنے علاوہ کو لُطف سے
اور ثواب و عذاب سے جواب دہ ہو اور نہ اُس سے جس سے بندے
کی دُنیا میں اصلاح ہوتی ہو،،

اور نہ ہی وُہ آلام و مصائب کا بدلہ دیتے اور الفائے وعدہ کا پابند ہے،،
رہا وُہ بنفسہٖ تو بے شک اُس پر رحمت اور حرام و ظُلم لکھا ہے. پس
ظلم مقدور ممکن ہے ولیکن اللہ سبحانہ تعالےٰ ظُلم نہیں کرتا اور کہا ظلم اُس
پر محال اور اُس کے حق میں غیر متُصّور ہے،،
کیونکہ وُہ ملک غیر میں تصرف ہوگا، اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے

لو ان اللہ عزّ وجلّ عذّب اھل السمٰوات والارضِ عذّبھم وھو غیر ظالم
یعنی اگر اللہ عز وجل آسمان و زمین والوں کو عذاب کرے تو وُہ
اُن کو مُعذب کرنے سے اُن کے لئے ظالم نہیں ہوگا.

ہم کہتے ہیں اس حدیث کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے اور کسی چیز کو

اُس کے دُوسرے مقام سے وضع کرنا ظلم ہے اور ابن تیمیہ نے کہا اِس کا یہ معنیٰ ہے کہ جس پر اُنہیں معذّب کیا جائے گا وہ اُن کیلئے تقدیر ہو گا۔

ثواب و عذاب عقلاً و شرعاً

کفر و شرک کی معافی عقلاً جائز ہے اور ایسے ہی مومنوں کا جہنم میں اور کافروں کا جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا عقلاً جائز ہے اور نظر کے ساتھ شرعاً اُس کے اِس وعدہ کی طرف ممنوع ہے۔

وَلَن يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ‎ الحج آیت ۴۷

اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

بعض نے کہا یہ امر عقلاً بھی جائز نہیں کیونکہ حکمت الٰہیہ کا اقتضاء یہ ہے کہ اچھے اور بُرے کے درمیان فرق ہو اور حکمت کے فیصلہ کے خلاف ہونا اللہ تعالےٰ پر محال ہے۔

ایجاد معدوم اور عدم موجود ہے

اُس کی صفات ذاتیہ اور فعلیہ کی ہر صفت اُس کی ذات کے ساتھ تعلق و تجدّد کے اعتبار سے واحد غیر متناہی ہے اور اللہ تبارک و تعالےٰ اپنی مخلوقات زمانیہ پر اُس سے پہلے ہے، اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی یہاں تک کہ پانی اور عرش بھی نہ تھے۔

بعض نے کہا پانی اور عرش دونوں زمان حوادث میں بالذات قدیم ہیں، پس اُس نے اپنے ارادہ و قُدرت اور اختیار سے خلقت کو پیدا فرمایا اور اشیاء خارج میں اپنے وجود کے صَرف سے پہلے معدوم نہیں۔

تھیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم میں موجود تھیں تو اُن کا عدم محض ہونا لازم نہیں آتا باوجود اس کے ایجاد معدوم ہے اور اعدام موجود ہیں اور یہ امر اللہ تبارک وتعالیٰ پر محال نہیں بیشک بشر اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

زمین وآسمان کا فاصلہ

فصل: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سات آسمانوں کو ایک دُوسرے کے اُوپر اور سات زمینوں کو ایک دُوسری کے نیچے پیدا فرمایا اُوپر کی زمین اور آسمانِ دُنیا کے درمیان پانچ سو سال کا راستہ ہے اور ہر آسمان دُوسرے آسمان سے پانچ سو برس کی راہ کے فاصلے پر ہے، پانی ساتویں آسمان کے اُوپر ہے اور عرش رحمان پانی کے اُوپر ہے، اللہ عزوجل عرش کے اُوپر ہے اور کرسی اُس کے قدموں میں ہے وُہ جانتا ہے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور جو اُن کے درمیان اور جو تحت الثریٰ میں ہے۔ اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وُہ پہاڑوں کے مثقالوں، اوزان، اور سمندروں کے پیمانوں کو جانتا ہے اُس سے نہ آسمان سے کوئی آسمان اور زمین سے کوئی زمین پوشیدہ ہے نہ اُس سے پہاڑوں کی بلندی مخفی ہے اور نہ سمندروں کی گہرائی اُس کے علاوہ ہے۔

وُہ آگ نُور اور ظلمات کے پردوں میں محجُوب ہے اگر پردہ اُٹھ جائے تو اُس کے چہرے کا جلال ہر چیز کو جلا کر رکھ دے۔

فصل: آیاتِ استواء و فوقیت محکمات اور آیات معیت متشابہات ہیں اور جہمیہ بالعکس ہیں اِن کی صراحت ہمارے شیخ ابن قیم نے کی ہے۔

سب سے پہلے نورِ محمدؐ کو پیدا فرمایا

فصل ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلقت کی ابتداء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے فرمائی پھر پانی کو پیدا کیا پھر عرش کو پیدا کیا پھر ہوا کو پیدا فرمایا، پھر نون والقلم اور لوح کو پیدا فرمایا پھر عقل کو پیدا فرمایا"

نورِ محمدؐ مادہ تخلیق کائنات ہے

پس زمین وآسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے کی تخلیق کا مادہ اوّل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک ہے۔

پھر زمین کو پیدا فرمایا پھر آسمان کا مادہ پیدا فرمایا اور یہ دھواں ہے پھر زمین کو بچھایا اور اس کے لئے پانی کو پیدا فرمایا اور اُسے سرسبز وشاداب فرمایا اور زمین میں خوراک مقدر فرمائی۔

پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی تو سات آسمان پیدا فرمائے، پھر جنت اور دوزخ کو پیدا کیا، پھر ملائکہ اور جنوں کو پیدا فرمایا پھر ارواح کو پیدا فرمایا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو اور پھر حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔

دیگر تخلیقات

پھر اپنے علم کے مطابق قیامت تک جو تقدیریں، روزیاں، اصناف مخلوقات اور ان کے آجال واحوال اور اقوال، اہلِ جنت اور اہل نار ہونگے سب کچھ قلم کے ساتھ لوح پر تحریر فرمایا۔

پس اُس کی خیر و شر، شیریں و تلخ اور قلیل و کثیر کی تقدیر کے ساتھ ایمان واجب ہے، اور سورج اور چاند کو پیدا فرمایا، دونوں اپنے اپنے فلک میں دورہ کرتے ہیں اور زمین ساکن ہے، بعض نے کہا زمین متحرک اور سورج ساکن ہے اور یہ مرکزِ عالم ہے اور دن رات سورج کی حرکت کے ساتھ ہیں اور بعض نے کہا زمین کی حرکت سے ہیں"

سورج اور چاند اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں سے دو نشانیاں ہیں اِن کے گرہن سے نہ کسی کی موت کا تعلق ہے اور نہ زندگی کا"

اور اُس نے ستاروں اور کواکب کو پیدا فرمایا اِن میں سے سیارے اور ثابت ہیں اور ہواؤں اور بادلوں کو پیدا فرمایا"

بادلوں سے بارش اُتاری اور اُس سے زمین کے چہرے کو ٹھنڈک عطا فرمائی اور اُس سے اشجار، اناج، روئیدگی، جانوروں کا چارہ مختلف قسم کے پھلوں اور حیوانات کی روزی کو نکالا پس درخت بیجوں پر سبقت لے گئے اور رعد و برق اور صاعقہ کو پیدا فرمایا"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رعد فرشتہ بادلوں کو چلاتا ہے اور اُن کے ساتھ چلاتا ہے اور خلا میں کہکشاں قوس و قزح، ہالہ شفق، شہاب و نیازک کو پیدا فرمایا اور اوس و شبنم اور برف اور نمی کو اُتارا اور آگ کو پیدا فرمایا اور زلزلے بنائے، سردیوں گرمیوں اور بہار و خزاں کی بہاروں سمندروں اور نہروں کی مختلف حدیں مقرر فرمائیں اور سمندر میں مدّ و جزر پیدا کیا پھر بری اور بحری مختلف حیوانات پیدا فرمائے پھر زمین میں جنّوں کو بسایا پھر زمین پر حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام کو بھیجا پھر اُن سے بہت سے مردوں اور

عورتوں کو بکھیر دیا،

اور اُس نے عرش پر استواء فرمایا اور اپنے قدموں کو کرسی پر لٹکایا اور آسمان سے زمین تک تدبیرِ امر فرمائی وُہ پاک ہے وُہ پاک ہے۔"

عذابِ قبر کیسے ہوگا

فصل: کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کو عذاب ہوگا اور مومنوں کے لئے اُس کا انعام حق ہے، مُنکر نکیر حق ہیں، اور عذاب و انعام نفس اور جسم دونوں پر ہوگا۔ جمہور اہل سُنت کہتے ہیں! رُوح کو بدن میں لوٹا کر میّت کو بٹھا دیا جاتا ہے پھر اُس سے پُوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی یا امام کون ہے؟ اور اُس کے بیٹھنے کی کیفیت کو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا اعادۂ رُوح کیلئے جمیع اجزائے بدن کا ہونا ضروری نہیں بلکہ کچھ اجزاء ہی کافی ہیں تو یہ قبر کی تنگی کے منافی نہیں۔"

قبر میں سوال و جواب کیسے ہونگے

ہمارے ساتھیوں میں سے ابن حزم، ابن عقیل، ابن مرّۃ اور ابن جوزی نے کہا کہ سوال رُوح سے ہوگا اور ایسے ہی عذاب و انعام برزخ میں فقط رُوح پر ہوگا۔ اور اِس پر تمام اشکال زائل ہو جاتے ہیں،

ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا مُنکر نکیر کے سوال کے وقت رُوح کے بدن میں لوٹنے میں احادیث متواترہ صحیحہ دلالت کرتی ہیں اور ابن حزم کا قول غلط ہے اور احادیث درست ہیں کہ رُوح لوٹتی ہے اور اگر یہ

صرف رُوح کے لئے ہوتا تو قبر کا اختصاص نہ ہوتا"

میں کہتا ہوں ہمارے شیخ ابن حزم نے رُوح کو بدن میں لوٹنے کو مثالی کہا ہوگا ورنہ قبر میں بٹھانے کے معنیٰ کا اختصاص نہیں ہو سکتا اور یہ دنیوی بدن میں رُوح کے لَوٹنے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اِن میں سے بعض اجسام کو درندے کھا لیتے ہیں بعض آگ میں جل جاتے ہیں اور اُن کے اجزاء پانی، آگ اور ہوا میں بکھر جاتے ہیں پس قبر سے مُراد اصطلاحی قبر نہیں بلکہ عالمِ مثال میں رُوح و بدن کا مقامِ معیّن مُراد ہے اور یہ اختلاف صرف برزخ میں ہے رہا قیامت کے دِن تو اُس روز روُح کو دُنیاوی بدن کے اجزاء میں لوٹایا جائے گا اور باتفاقِ مُسلمین روح و بدن دونوں کو عذاب ہوگا یہاں تک کہ تمام یہود و نصاریٰ بھی قیامت کے دِن اجسام کے اُٹھائے جانے کے قائل ہیں اور اِس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے،

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ[1]

بولا ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کرے جب وُہ گل گئیں، تم فرماؤ اُنہیں وُہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار اُنہیں بنایا،

سوال و جواب کس سے ہوگا

یہ سوال عام مومن و کافر اور اِس اُمت کے منافق و مرتاب سے کیا جاتا ہے خواہ وُہ دفن ہو یا نہ دفن ہو، مکلف ہو یا غیر مکلف، جن ہو یا انسان

---

[1] یٰس آیت ۷۸-۷۹

تو اگر اُسے درندے نے کھالیا یا جل گیا یہاں تک کہ اُس کی راکھ ہوا میں بکھر گئی یا مصلوب کر کے صلیب پر چھوڑ دیا یا سمندر میں غرق ہو گیا تو عذاب کے لئے اُس کے جسم اور اُس کی رُوح مِل جاتے ہیں جیسے جسم و رُوح کا ملاپ قبر میں ہوتا ہے۔

پس سوالِ قبر اِس اُمت کیساتھ مختص ہے یہ ترمذی نے کہا جب کہ قرطبی اور اشبیلی نے کہا! سوالِ قبر اِس امت کے لئے بھی اور دُوسروں کے لئے بھی ہے، مُتاخرین نے اِس پر توقف کیا اور ہمارے ساتھیوں میں سے ابن قیم نے درست کہا! بلکہ صواب کہا کہ بچوں سے سوال نہیں ہو گا اور ایسے ہی انبیاء کرام، شہداء عظام اور جمعۃ المبارک اور جمعرات کو فوت ہونے والوں سے سوال نہیں ہو گا۔ ایسے ہی جو اللہ کی راہ میں جا رہا تھا یا ہر رات سُورہ مُلک پڑھتا تھا ایسے ہی اسہال و استسقاء کے مرض سے مرنے والے سے سوال نہیں ہو گا،

عذاب کب تک ہو گا

پھر سوال و جواب کے بعد تعذیب یا تنعیم ہو گی سوائے اِسکے مومنوں کی نافرمانیوں کا جمعۃ المبارک کے دِن تک یا گنتی کے دِنوں تک عذاب ہو گا پھر اُسے اُٹھا لیا جائے گا اور بعض کے لئے قیامت کے دِن تک عذاب باقی رکھا جائے گا۔

رہا فرماں بردار مومن تو اُسے قبر میں سوائے قبر کی تنگی کے عذاب نہیں ہو گا اور سوال ختم ہوتے ہی اُس سے بر[illegible]ا دیا جائے گا۔

رہے کفار و منافقین تو ممکن ہے انہیں دائمی عذاب ہو یا قیامت

کے دن تک بہرحال اس زندگی کے بعد روح کا بدن میں ٹھکانہ بنائے رکھنا لازمی نہیں، البتہ روح کا اجزائے بدن سے تعلق باقی رہتا ہے اگرچہ اُس کے اجزاء مٹی اور خاکستر کی صورت بکھر چکے ہوں"۔

اہلِ قبور کی سماعت

ایسے ہی فوت شدگان قبروں میں زائرین کا کلام وسلام سُنتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اُن پر کس نے سلام پڑھا ہے اور جو اُن کے لئے دُعا کرتا ہے اور آپس میں اُنس محسوس کرتے ہیں، اور اُن میں سے بعض لوگ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے زائرین کو پہچانتے اور اُنسے مانوس ہوتے ہیں نعمتیں دیئے جاتے ہیں اور لباس پہنتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں اور جنت کا پانی پیتے ہیں اور زائرین کے احوال کو جانتے ہیں اور اُن کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اور اُن کی شخصیتوں کو دیکھتے ہیں سوائے اس کے کہ وُہ اِس پر قادر نہیں ہیں کہ زندوں میں سے جنہیں چاہیں اُن کے اشخاص کو دیکھ سکیں یا اُن کی آواز کو سُن سکیں، بسا اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ اُنہیں بعض زندوں کو دکھا دیتا ہے اور وُہ اُن کا کلام سُن لیتے ہیں اور بسا اوقات نہیں سُنتے ہیں اور نہ ہی اپنے زائرین کو جانتے پہچانتے ہیں بلکہ وُہ قبروں میں ناعمین غافلین ہوتے ہیں یا عالمِ قُدس میں مشغول ہوتے ہیں، اِس حیثیت سے کہ وُہ اپنی قبروں اور اپنے دنیادی جسموں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے"۔

ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا! رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد

توسیاقِ آیت اس مُراد پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کافر کے مُردہ دل کے لئے ہے جو سماعت کی قُدرت نہیں رکھتا اور سماعت اس کے ساتھ نفع دیتی ہے جیسا کہ وُہ قبروں میں سماعت کی قُدرت نہیں رکھتے سُننا اس کے ساتھ نفع دیتا ہے اور اللہ سُبحانہ کی اس سے یہ مُراد نہیں کہ قبروں والے کچُھ نہیں سُنتے البتہ یہ ہے کہ وُہ کیسے سُنتے ہیں، بیشک نبی مُکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے کہ مُردے چلنے والوں کی جُوتیوں کی آواز سُنتے ہیں اِلٰی آخرہ اور امام سُبکی کے کلام میں کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

رہے ادراکات جیسا کہ عِلم و سماعت تو یقیناً یہ شہداء کرام اور تمام اموات کے لئے ثابت ہے اور ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا ا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی اُمت کو کھول کر بتایا ہے کہ جب تم اہل قبور کو سلام کرتے ہو وُہ تمہیں اس کا جواب اُسی سلام سے دیتے ہیں جس سے اُنہیں مخاطب کیا گیا تھا۔

اہلِ قبُور کی زندگی

پس کہے! اے مومنین کے گھر تم پر سلام ہو یہ خطاب سُننے والے اور عقل والے کے لئے ہے اور اگر یہ نہیں تو یہ خطاب بمنزلہ معدوم و جمادات کو خطاب کرنے کے ہے، اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور

ا حاشیے کی عربی عبارت متن کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں

مترجم

اُن سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ مُردہ زندہ کی زیارت کو جانتا ہے اور اِس کے ساتھ بشارت دیتا ہے "

ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا یقیناً میت کلام کرتی بھی ہے اور اُس کا کلام سُنتی بھی ہے اور اِس پر احادیث و اقوال دلالت کرتے ہیں کہ زائر جب اُس کے پاس آتا ہے تو وُہ اُسے جانتا ہے اور اُس کا کلام سُنتا ہے اور اُس کے ساتھ مانوس ہوتا ہے اور اُس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ شہداء اور اُن کے علاوہ کے لئے عام ہے اور بے شک اِس میں توقیت نہیں اور یقیناً حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کے لئے تشریع فرمائی ہے کہ وُہ اہلِ قبور کو سلام کہیں مُردہ مخاطبین کی بات کو سُنتا اور سمجھتا ہے۔ انتہٰی

سماعِ موتیٰ کے مخالف کون ؟

میں کہتا ہُوں، سماعِ موتیٰ میں مُعتزلہ اور فقہائے احناف اور وُہ منتحلین ہمارے خلاف ہیں جنہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہُوا ہے مگر وُہ اہل حدیث نہیں اور وُہ بظاہر اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے تمسک کرتے ہیں "

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ[1]

ہم کہتے ہیں ! زندوں اور مُردوں کی عدم مساوات سُننے اور جواب دینے میں ہے اور زندوں کی مثل دائمی عادت کے مطابق سُنا ہے "

---

[1] فاطر آیت ۲۲

رہا بعض زندوں کے لئے سماع کا اختصاص تو جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُنہیں سُنا دیتا ہے پس اِس پر آیت کا سیاق دلالت کرتا ہے جو اِس کے بعد فرمایا گیا ہے ان اللہ یسمع من یشاء یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ جسے چاہے وُہ سُن لیتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔

ما انتم باسمع من هولاء فاذا اراد الله ان يسمعهم كلام الاحياء

یعنی تم اِن کی بات نہیں سُنتے پس اللہ تعالےٰ جب چاہتا ہے اُنہیں زندوں کا کلام سُنا دیتا ہے"

پس وُہ سُنتے ہیں اور اِسے اِس حدیث پر محمُول کیا جائے گا اور کتاب وسُنت کے درمیان اِس کے ساتھ حمل کی مطابقت سے ہے، اور سماعتِ اموات کی نفی زِندوں کی طرح عادتاً سُننے سے ہے"

خاص سماعت

بعض زندوں کے ساتھ اُن کے لئے سماع مخصُوص احادیث صحیحہ کی نصوص سے ثابت ہے اور اللہ کی کتاب اِس کی نفی نہیں کرتی، اور کہا کہ اِس آیتِ کریمہ میں زندوں سے مُراد مومن اور مردوں سے مراد کافر ہیں۔

عقیلی نے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابورزین نے کہا یارسُول اللہ! میرے راستے میں قبرستان ہے جب میں مرُدوں کے پاس سے گذروں تو اُن کے ساتھ کس کلام کے ساتھ گفتگو کروں؟"

آپ نے فرمایا! کہو: السلام علیکم یا اهل القبور الی آخره یعنی اے قبروں والوں تم پر سلام ہو"

ابُورزین نے کہا وہ سُنتے ہیں؟

آپ نے فرمایا! سُنتے ہیں لیکن جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے سیُوطی کہتے ہیں اِس کا معنیٰ یہ ہے کہ اِس کے جواب کو زندہ نہ سُن سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے، اُن کا جواب دینا نہ سُننے کی حیثیت سے ہے۔

مرنے والے زندوں کا حال پوُچھتے ہیں

فصل مُردے اپنے پاس آنے والے مُردوں سے دُنیا میں زندوں کا احوال پوُچھتے ہیں اور اُن کے اقوال و اعمال کو جانتے ہیں اور اُن کے بعد جو اُن کے گھر والوں میں ہوتا ہے اُسے بھی جانتے ہیں اور اُنکی اولاد و اقرباء کے نیک ہونے کی خوشخبری دیتے ہیں اور اُن کے فِسق و فجور کی بُرائی بیان کرتے ہیں۔

رُوح کا جسم سے تعلق

بیشک رُوحیں خواب میں زندوں سے مُلاقات کرتی ہیں اور روح کا بدن کے ساتھ تعلق پانچ قسم کا ہے،

۱، ماں کے پیٹ میں جنین کی حیثیت سے ۲، پیدا ہونے کے بعد زمین کی طرف ۳، نیند کی حالت میں ۴، برزخ میں ۵، جسموں کو اُٹھانے کے دِن، پس دنیاوی جسم سے الگ ہونے کے بعد رُوح باقی رہتی ہے نعمت دی گئی یا نیند دی گئی یا عذاب دی گئی اور جسم کے فناء ہونے سے فناء نہیں ہوتی اور دُنیا میں دُوسرے جسم میں واپس نہیں آتی اور تمام ادیان کا مدار اِس امر پر ہے کہ جسم فناء ہونے کے بعد رُوح باقی رہ جاتی

ہے موت کے بعد ارواح مختلف ہوتی ہیں اور ان میں بعض طاقت ور بعض کمزور بعض بڑی اور بعض چھوٹی ہوتی ہیں،

پس روح کے لئے بدن اور اس کے علائق سے مطلقاً سیر سے تصرف و قوت اور نفوذ سرعت سے ہے اور روح کے لئے علائق و عوائق بدن میں مہین و محبوس ہونا نہیں،

بعض نے کہا موت کے بعد روح کو دنیادی بدن کی شکل و صورت میں دوسرا روحانی جسم عطا کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ارواح میں اس کی تمیز اور پہچان ہوتی ہے اور بعض ارواح کو مختلف شکلوں میں قوت متشکلہ حاصل ہوتی جیساکہ جن اور ملائکہ اور ایسے ہی زندوں کے بدن میں قوتِ نفوذ و سریان حاصل ہوتی ہے اور بعض اوقات زندہ اس نفوذ کو محسوس کرتا ہے،

انسان کے ساتھ شیطان کا پیدا ہونا

فصل ! ہر پیدا ہونے والے مولود کو اس کی ولادت کے دن کو شیطان دے دیا جاتا ہے رہا یہ کہ وہ اکیلا پیدا ہوتا ہے یا اس کے بعد تو یہ سوائے مریم اور ان کی دعا سے ان کے بیٹے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہے، جیساکہ حدیث میں وارد ہوا اور اس کے بعد حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھا،

انی اعیذھابک وذریتھا من الشیطان الرجیم

اس لئے بعض قاصرین حضرت مریم کی والدہ کے پناہ طلب کرنے میں جو اشکال وارد کرتے ہیں وہ زائل ہو گئے. بیشک یہ وضع حمل کے

بعد واقع ہوا تو والدہ کے شکم سے نزول کے وقت طعن شیطان سے حضرت مریم علیہ السلام کا تحفظ اس پر مرتب نہیں ہوتا اس آیت کے ساتھ حدیث کی موافقت ہے۔"

فصل موت کے ارواح کے مستقر میں آٹھ مذاہب پر اختلاف ہے،

اول: مومنوں کی ارواح جنت میں اور کافروں کی ارواح دوزخ میں ہیں دوم جنت یا دوزخ کے جوار میں رہتی ہیں سوم اپنی قبور کے جوار میں رہتی ہیں، چہارم اللہ کے پاس ہیں پنجم جابیہ کے ساتھ ہیں ششم علیین یا سجین میں ہیں ہفتم برزخ میں ہیں زمین سے جہاں چاہیں جاتی ہیں ہشتم آسمان وزمین کے ظاہری حصہ کے دائیں یا بائیں رہتی ہیں،"

ہمارے ساتھیوں سے ابن قیم کے نزدیک پہلا قول صحیح راجح ہے، بیشک یہ سعادت وشقاوت سے درجوں کے مطابق قرارگاہوں کا تفاوت ہے، پس بعض اعلیٰ علیین میں ہیں بعض سبز یا سفید پرندوں کے حواصل میں جنت میں سیر کرتی ہیں،"

بعض زنات کے تنور یا خون کی نہر میں ہیں، بعض جابیہ یا برہوت میں، بعض دوزخ میں بعض دوزخ کے دروازہ پر ہیں اور وہ محتاج ہے، ولیکن روح کا اتصال روحانی بہر حال اپنی قبر کے ساتھ اور اس مقام کے ساتھ باقی رہتا ہے جس میں اس کے دنیاوی بدن کے اجزاء ہیں،

اس کی مثال یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز میں کھڑے دیکھا، پھر انہیں چھٹے آسمان پر دیکھا، ہمارے شیخ ابن حزم نے کہا ارواح کا

مستقر وہی ہے جو جسموں کی تخلیق سے پہلے تھا،

ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا کہ اس کے ساتھ ثابت ہے کہ علیین میں یا جنت میں یا آسمان میں یا اُس کے بدن کے ساتھ اتصال میں ادراک و سمع اور نماز و قرأت میں رُوحوں کا ہونا منافی نہیں،

میں کہتا ہوں کہ اس سے قاصرین کا وہ شبہ دور ہو جاتا ہے جو وہ وارد کرتے ہیں کہ کس طرح ممکن ہے، کہ صالحین کی قبور کی زیارت کرنے سے اُن کی ارواح سے فیوض و برکات، دل کی ٹھنڈک اور انوار حاصل ہو جاتے ہیں جب کہ اُن روحیں اعلیٰ علیین میں ہیں کیونکہ روح اجسام کی جنس سے نہیں، جب کہ وہ ایک مکان میں مشغول ہو، تو ممکن نہیں کہ اُس کے علاوہ مکان میں ہو، اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو آسمان کی طرف عروج اور پھر اُس سے نزول کے لیے تیزی کے ساتھ انتقال و حرکت آسان نہیں، اور زائر کی طرف آنکھ جھپکنے کے ساتھ متوجہ ہونے پر یہ گواہی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا،

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ[1] — پھر جھانکا تو اُسے بھڑکتی آگ کے درمیان میں دیکھا

اس سے ظاہر ہے کہ جب اللہ سبحانہ اپنے عرش سے نزول فرماتا ہے تو عرش اُس سے خالی نہیں ہو جاتا، کیونکہ یہ ایک وقت میں دو مکانوں میں موجودگی ہے، اب جب کہ رُوحِ انسانی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے کیلئے یہ امر آسان ہے تو جو خالقِ ارواح ہے اس کے لئے

---

[1] صافات آیت ۵۵

کیسے بعید ہوگا، ہاں! بیشک یہ امر فلسفی کے اصطلاحی مکان کے ساتھ متمکن اجسام کثیفہ میں محال ہے،

یعنی جسم کی ظاہری سطح نے جسم کی باطنی سطح کو گھیر رکھا ہے اور یہ امر کہاں ہے،

فصل! ضروری نہیں کہ مومنوں کی ارواح جنت میں اور کافروں کی روحیں جہنم میں ہوں کیونکہ اُن کے اپنے مخصوص منازل و مقاعد میں دخول کا وعدہ ہے لہذا اُن کا جنت یا دوزخ میں نزول حشر و حساب کے بعد واقع ہوگا،

رہا مومنوں کے بچوں کی روحوں کا جنت میں ہونا اور ایسے ہی کافروں کے بچوں کی ارواح کا بعض نے کہا وُہ آگ میں ہیں اور ابو حنیفہؒ نے اس میں تردّد فرمایا ہے،

رُوح کیا ہے؟

فصل! رُوح اِنسانی ہمارے رب کے امر سے ہے اور ہم اِس کی حقیقت کو نہیں جانتے، کہتے ہیں کہ وُہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے جسم مُخالف ہے لہذا جسمِ محسوس نورانی علوی اور سُبک جوہر اعضا میں نافذ اور رواں ہے جس طرح پنگھٹ میں پانی رواں ہے اور وُہ اِنسانِ حقیقی ہے،

بعض نے کہا! وُہ جزیہ و حلول کی صورت بدن میں داخل نہیں بلکہ جسمانی صفات سے منزہ ہے اور تدبیر و تصرّف کے تعلق سے جسم کے ساتھ متعلق ہے اس امر کو بڑے بڑے حکما، بہت سے امامیہ اور اہلسنت

سے غزالیؒ اور رازیؒ نے اختیار کیا ہے اور اِس پر کتاب وسُنت کی نصوص کو لوٹایا ہے۔

رُوحیں یقیناً اجسام سے قبل پیدا کی گئی مخلوق ہیں اور ہمارے بہت سے ساتھیوں نے اِس امر کو اختیار کیا ہے اور ابن حزم نے اِس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

بعض نے کہا جسموں کے بعد ابن قیم اِس طرف مائل ہے کہ رُوح موت اور تغیرِ بدن کے بعد باقی رہتی ہے اور جب دنیاوی جسم کثیف سے نکلتی ہے تو اُس صُورت پر باقی رہتی ہے جو اُس جسم سے اخذ کی تھی۔

بعض نے کہا اُس کے دُنیاوی جسم کی صُورت میں دُوسرا امثالی جسم عطا کر دیا جاتا ہے، جس سے وُہ دُوسری رُوحوں میں مُتمیز ہوتی ہے اور اِس کے ساتھ ادراک وسماعت اور محسُوس کرتی ہے اور دیکھتی ہے۔

اِس میں اختلاف ہے کہ رُوح فنا ہو جاتی ہے یا قیامت کے وقت مرے گی یا نہیں مرے گی؟

اِس میں دو قول ہیں، سُبکی نے کہا کبھی نہیں مرے گی اور اِس کی جڑ میں دو قول ہیں صحیح یہ ہے کہ پُرانی نہیں ہوگی جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا اور اِس سے قیامت کے دِن مخلوق کی سواری ہوگی۔

رُوح کا ٹھکانہ اور اسماء

فصل: اِس دُنیاوی جسم سے رُوح کا ٹھکانہ دل اور بعض نے کہا دماغ ہے وُہ اپنے ٹھکانے میں اُس کی قوّت کے مقام پر رہتی ہے مگر تمام اجزاءِ جسم میں رواں دواں ہے، جب کہ مختلف حیثیات میں ایک

ہی چیز کے نام رُوح، نفس، قلب، سر، عقل، فواد، خفی اور اخفا ہیں بعض نے کہا رُوح نفس کے علاوہ ہے، بعض صُوفیاء کرام نے کہا! عالم امر سے انسان میں قلب، رُوح، سر، خفی، اخفیٰ پانچ لطائف ہیں اور عالم اجسام سے یہ پانچ ہیں نفس، پانی، ہوا، آگ اور مٹی، شائد یہ بات اُنہوں نے کشف سے معلوم کی ہے میں نے اِس پہ کتاب و سُنت سے آثار کو نہیں پایا۔

صُورِ اسرافیلؑ

فصل ۱! صُور یعنی قرنا میں پہلی بار پھُونکا جائے گا تو زمین و آسمان کی ہر چیز چیخ اُٹھے گی سوائے اُن کے جنہیں اللہ تعالےٰ چاہے گا، اور وُہ ملائکہ مقربین، حاملان عرش اور جنت و جہنم کے خازن اور حُوریں ہیں، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مُتردّد ہونگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سلامت رہینگے۔

صاحبِ صُور حضرت اسرافیل ہونگے اُن کی دائیں طرف حضرت جبریلؑ علیہ السلام ہونگے اور بائیں طرف سے حضرت میکائیل علیہ السلام ہونگے۔

وُہ قرنا کھڑی کرنے کے بعد چہرہ موڑ کر آواز پہ کان لگائے حکم کے منتظر ہونگے اُن کی آنکھیں دو چمکدار ستارے ہونگی اور وُہ حکم صادر ہوتے سے قبل خوف کی وجہ سے آنکھ تک نہیں جھپکیں گے، پھر اُس میں چالیس سال بعد دُوسری پھُونک لگائیں گے تو لوگ کھڑے ہوکر اُنہیں دیکھنے لگیں گے۔

بعض نے کہا کہ صُور تین بار پھُونکا جائے گا پہلی مرتبہ لوگ خوفزدہ ہو جائیں گے دُوسری مرتبہ چیخنے چلّانے لگیں اور تیسری مرتبہ کھڑے ہو

جائیں گے۔

دوبارہ زندہ ہونا

کھڑے ہونا حق ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جسم کے اصلی اجزاء کو جمع فرماکر گلی سڑی ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا پھر اس میں روح کو لوٹائے گا اور وہ اپنی جڑ پر سوار ہو گی اور یہ اجزاء سابقہ اجزاء کی طرح پرانے نہیں ہونگے، بالجملہ روحوں کا جسموں میں لوٹنا اور جسموں کے ساتھ ان کا حشر مسلمانوں کے درمیان متفق علیہ ہے، اور اس کا انکار کرنے والا گمراہ کافر ہے اور اہل قبلہ سے نہیں اور یہ امر دوسرے جسم میں تناسخ نہیں اور نہ ہی کلی طور پر پہلے بدن سے مغائرت ہے اور اگر تناسخ کو عام معنوں میں لیں یعنی روح کا بدن کی طرف لوٹنا تو کچھ حرج نہیں۔

جیسا کہ بعض نے کہا! مامن مذھب الا وللتناسخ فیہ قدم راسخ

فصلے! بعثت کا انکار کرنے والے بیوقوف اور احمق ہیں کیونکہ نیک آدمی کے لئے دارِ جزاء وثواب ضروری ہے جس نے عمر بھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جان پر مشکلات برداشت کیں اور ریاضت شاقہ اٹھائی۔

اور ایسے ہی اُس شخص کے لئے دار الجزاء لازمی ہے جو اللہ تبارک وتعالےٰ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا حکم بھلا دیتا ہے اور اپنی عمر لذات وشہوات میں برباد کرتا ہے اور اگر حشر کا دن اور عذاب وثواب نہیں ہو گا تو فرماں بردار و نافرمان اور نیک وبد برابر ہونگے اور یہ اللہ تبارک وتعالےٰ

کے عدل اور اُس کی حکمت کے منافی ہے اللہ تبارک کا ارشاد ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ[۱]

کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں اُن جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ اُنکی اور اُنکی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ[۲]

کیا ہم اُنہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن جیسا کر دیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ۔ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ[۳]

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کا سا کر دیں گے تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ[۴]

تو کیا جو ایمان والا ہے اُس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے یہ برابر نہیں۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا

کیا وُہ جسے فرماں برداری میں رات کی گھڑیاں

---

[۱] الجاثیہ آیت ۲۱ [۲] ص آیت ۲۸ [۳] القلم آیت ۳۵ [۴] السجدہ آیت ۱۸

يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[1]

کہ رب سجود میں اور قیام میں اور آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان

مسئلہ تناسخ

اسی لئے ہندو داناؤں اور برہمنوں میں تناسخ کے قول میں اضطرار پایا جاتا ہے چنانچہ ان میں سے بعض کہتے ہیں انسان کو اس کی نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ اس کی دوسری پیدائش میں مل جاتا ہے اگر نیک تھا تو کسی بادشاہ یا وزیر یا امیر کے گھر پیدا ہو جائے گا اور اگر برا تھا تو سوٗر یا کتے کے پیٹ سے جنم لے گا"

اور ان میں سے بعض کا گمان ہے اگر نیک تھا تو دنیا سے اس کی نیکیاں ایام نعمت بن کر اور اگر برا تھا تو برائیاں ایام عقوبت بن کر اس کے ساتھ جاتی ہیں، پھر دونوں کو دارِ دنیا کی طرف بھیجا جاتا ہے اور ایسے ہی ان کا آنا جانا اور قدوم و رجوع قیامت تک ہوتا رہے گا"

اور ان میں سے بعض کا گمان ہے! والدین کی نیکیوں یا برائیوں کا انعام و عقوبت ان دونوں کی اولاد کو ملتا ہے، اور یہ تمام عقلاً باطل ہے رہا پہلا اور دوسرا بدلہ تو بے شک بدلہ اس وقت ہو گا جب فاعل اس کے فعل کے ساتھ جانتا ہو جو اس پر جائز ہے اور ہم دنیا میں ولادت سے پہلے اپنے احوال کو نہیں جانتے کیونکہ علم عالم کی قطعی

---

[1] الزمر آیت ۹

صفتِ لاینفک ہے، تو ہم اُسے کیسے بھول گئے جو ہمیں پہلی بار معلوم ہوا تھا رہا تیسرے کا قول کہ والدین کے جرائم کا بدلہ اولاد کو ملتا ہے تو یہ محض زبردستی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے عدل و حکمت کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،"

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۱ — کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتی

جب حشر بپا ہو گا

حشر دو نوع کا ہے ایک سرزمین شام کی طرف آخری زمانے میں موت سے قبل ہوگا اور دوسرا قیامت کے دِن اور یہ حشرِ اکبر ہے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مومنوں کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ اپنی قبروں سے لا اِلٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے اٹھیں گے اور مومنوں کا اللہ تبارک وتعالےٰ پر توکل ہوگا اور لوگ تین افواج پر مشتمل ہونگے، ایک فوج طاعمین اور چادر پوش سواروں کی، ایک فوج کے لوگوں کو فرشتے مُنہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف اُٹھائیں گے،"

اور ایک فوج چلتے ہونگے اور صفات عزات عزل کی کوشش کرتے ہونگے،"

اور سب لوگ قبروں سے برہنہ برآمد ہونگے پھر پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چادریں پہنیں گے اور سورج ایک میل کے فاصلے پر آجائے گا اور اگر آخرت کے بدن دُنیا کے جسموں کی طرح ہوتے تو جل کر بالکل راکھ ہو جاتے و لیکن

---

۱ النجم ۲ آیت ۳۸

ولیکن اُنکے اعمال کے مطابق اُنکی ہڈیوں کے اوپر کا گوشت مُتاثر ہوگا بعض کا پیچھے کی طرف بعض کا زانو کی طرف اور بعض کا کوکھ کی طرف اور اُن میں سے لوگوں کو لگامیں چڑھا دی جائیں گی جو اُنکے کانوں تک پہنچیں گی اور وُہ زمین پر ستر ہاتھ چلیں گے۔

اِس دن کی طوالت پچاس ہزار سال ہو گی یہاں تک کہ کافر کہیں گے اے رب اگر ہمیں آگ میں ڈالنا ہے تو ڈال دے اور اُس دن تمام جن وانس، شیاطین اور وحُوش وطیوُر کا حشر ہوگا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عرش سے اپنی کُرسی پر نزول فرمائے گا اور آواز کے ساتھ منادی کی جائے گی میں بادشاہ ہوں میں دیان ہوں آواز بعید سے بھی ویسی ہی سُنائی دے گی جیسی قریب سے اور حشر نقی کی ٹکیہ جیسی دوسری زرد وسفید زمین پر ہوگا"

اُس میں کوئی معلم نہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا!

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ — جس دن بدل جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [1] — اور لوگ سب نکل کھڑے ہونگے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے"

زمین کی وُسعت

اگر تین سال تک موت کو اُٹھا لیا جائے تو یہ مخلوقات اِس زمین میں نہیں سما سکے گی تو پہلے امر سے لیکر قیامت تک آنے والوں کے لئے اِس زمین میں کیسے وُسعت ہو سکتی ہے"

اور دُوسری حدیث میں آیا ہے"

---

[1] ابراہیم آیت ۴۸

اور دوسری حدیث میں آیا ہے، ان اللہ یخبز ھذہ الارض وینکفاھا بیمینہ یعنی اللہ تعالیٰ اِس زمین کو پست فرمادے گا اور اس کے دائیں طرف اُس کا کفارہ ہوگا۔ بعض نے کہا حشر اِسی زمین پر برپا ہوگا اور اُونچی نیچی زمینیں برابر ہو کر زمین وسیع ہو جائے گی اور اللہ ہی حقیقتِ حال جانتا ہے۔

میزانِ قیامت

فصل: قیامت کے دِن اعمال ناموں کا وزن ہوگا اور اعمال کو دو پلڑوں والے ترازو میں ڈال دیا جائے گا پس جس کی نیکیوں کا پلا بُرائیوں کے پلا سے بھاری ہوگا خواہ ایک مثقال صحیح ہو وُہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کی نیکیوں کے پلاّ سے بُرائیوں کا پلا بھاری ہوگا خواہ ایک مثقال صحیح ہو وُہ آگ میں جائے گا اور جن کے دونوں پتے برابر ہونگے وُہ اعراف والے ہیں

حساب وکتابِ آخرت

قیامت کے دن حساب وکتاب اور سوال حق ہے،

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ [1]

تو وہ جو اپنا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا یعنی مومن تو اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

اور وہ جس کا اعمال نامہ (بائیں ہاتھ) پشت کے پیچھے دیا جائے گا یعنی کافر تو وہ عنقریب موت مانگے گا اور بھڑکتی آگ میں جائے گا اور وہ حساب میں ہلاک ہو جائے گا"

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

ان اللہ تعالی ینادی یوم القیامۃ بصوت رفیع غیر فظیع یا عبادی انا اللہ لا الہ الا انا ارحم الراحمین احکم الحاکمین واسرع الحاسبین۔

یا عبادی لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون احضروا حجتکم ویسروا جوابا فانکم مسئولون محاسبون،

یا ملائکۃ اقیموا عبادی صفوفا علی اطراف اقدامهم للحساب ویتم اللہ حساب الخلائق کلھم فی نصف یوم ویضع علی المومن کنفہ و

---

[1] الانشقاق، آیت ۸

يستره ثم يسال عنه اعترف ذنب كذا تعرف ذنب كذا حتى اذا اقرره بذنوبه يقول انى غفرتها لك وسترتها عليك كما سترتها عليك فى الدنيا واما الكافر والذى يريد الله ان يفضحه فيختم على فمه ثم تشهد عليه فخذه وكفه ويده ورجله ويدخل من هذه الامة الجنة سبعون الفا من غير حساب"

یعنی اللہ تبارک و تعالےٰ قیامت کے دن بغیر چیخ کی بلند آواز میں ندا دے گا اے میرے بندو میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں ارحم الراحمین ہوں، میں احکم الحاکمین ہوں اور میں جلدی حساب لینے والا ہوں"

اے میرے بندو آج کے دن تم پر کوئی خوف نہیں اور تم غمزدہ ہوئے بغیر اپنی دلیلیں پیش کرو اور حوصلہ سے جواب دو کہ تم سوال کئے جاؤ گے اور حساب دیئے جاؤ گے"

اے فرشتو! میرے بندوں کی حساب کتاب کے لئے صفیں سیدھی کرو اور اللہ تبارک و تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب نصف یوم میں لے لے گا اور مومن کو پناہ دے گا اور اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اُس سے پوچھے گا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا تاکہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے جب وہ اپنے گناہ کا اقرار کرلے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تیرے گناہوں کو بخش دیا اور تیری پردہ پوشی کی جس طرح دُنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی،

رہا کافر یا وہ شخص جسے اللہ تبارک و تعالےٰ رسوا کرنا چاہے گا تو اُس کے مُنہ پر مُہر کردے گا اور پھر اُس کے ہاتھ، ہتھیلیوں، رانوں اور پاؤں سے گواہی لے گا،

اور اس اُمت سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا،

روایت میں آتا ہے کہ فرشتوں کا بھی حساب لیا جائے گا واللہ اعلم"

حوض کوثر

حوض یا نہر دونوں حق ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ دونوں حوض ہیں پہلا حوض پُل صراط اور میزان سے پہلے ہوگا اور دوسرا جنت میں اُس کا نام کوثر ہے جیسے جرباء واذرج دو دریاؤں کے درمیان جیسے ایلہ اور جحفہ کے درمیان، جیسے صنعاء وایلہ کے درمیان، جیسے مدینہ منوّرہ اور عمان کے درمیان جیسے عمان اور ایلہ کے درمیان یا عدن وعمان کے درمیان، جیسے بصریٰ اور صنعاء کے درمیان یا جیسے عمان ویمن کے مابین یا جیسے ایلہ اور مصر کے درمیان یا جیسے کوفہ اور کعبہ شریف کے درمیان یا جیسے ایلہ اور مکہ کے مابین یا مکہ اور ہسیرہ شہر کے درمیان یا جیسے مشرق ومغرب کے درمیان،

یا مشرق ومغرب کے درمیان چھ سو سال کے راہ کی لمبائی اور چوڑائی یا یہ کہ مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اُس کے گوشے یا اطراف کہاں ہیں،

یا اُس کی اطراف کے زاویے کہاں برابر ہوتے ہیں یا اُس کی چھاگلوں، صراحیوں آبخوروں اور کوزوں کی تعداد اندھیری رات میں چمکنے والے ستاروں کی طرح ہے اور اُس کے دونوں حافت سونے کے ہیں یا اُس کے شامیانے اور قبّے موتیوں کے ہیں اور اُس کا چلنا موتیوں اور یاقوت پر ہے اور اُس کا عرض یاقوت ومرجان، زبرجد اور موتی ہیں اُس میں دو پرنالے ہیں اُس کی لمبائی جنت سے ہے اُن میں سے ایک سونے کا اور دُوسرا چاندی کے ورقوں سے ہے اُس حوض کی مٹی کستوری کی اور دیوار موتیوں کی ہے اُس کا پانی دُودھ اور برف سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے جو اُسے ایک مرتبہ پی لے گا اُسے کبھی پیاس نہیں لگے گی جو اُس سے وضو

کرے گا اُس کا وضو کبھی نہیں خشک اور نہ ہی کبھی اُس کا چہرہ سیاہ ہوگا، اُس پر ایک پرندہ وارد ہوگا جس کی گردن جزر اور بخت کی ہوگی،

یہ حوض اللہ تبارک وتعالےٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائے گا اور آپؐ اُس کا پانی پلائیں گے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ساقی ہونگے،

آپ کی اُمت کے لوگ آپ پر وارد ہونگے ولیکن اس کے علاوہ کچھ لوگ مُختلج ہونگے اور حوض سے دُور کر دیئے جائیں گے، آپ کہیں گے یارب اصحابی اصحابی یا اُصَیحابی یا اُصَیحابی یعنی اے رب یہ لوگ میرے اصحاب یا اُصَیحاب ہیں،

آپ کو ارشاد ہوگا کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا باتیں نکال لی تھیں؟ پس کہا جائے گا ہٹ جاؤ، ہٹ جاؤ اور ہر نبی کیلئے حوض ہوگا،

پُل صراط حق ہے

صراط حق ہے اور وُہ ایک پُل صراط ہے جو جہنم کی پُشت پر بنایا جائے گا، تمام مخلوق یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اُس پر سے گُذرنے کا حُکم ہوگا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا[1] — اور تم میں کوئی ایسا نہیں جسکا گذر دوزخ پر نہ ہو

اُس میں جہنم کے کُنڈے گر جائیں گے اور اُس کے کانٹے سعدان وخطاطیف[2] کانٹوں جیسے ہونگے اور لوگوں کو دائیں بائیں اُچکتے ہونگے، وُہ پل بال سے زیادہ

---

[1] مریم آیت ۷۱

[2] سعدان وخطاطیف گوکھرو وغیرہ کے کانٹے جو دامن سے چمٹ جاتے ہیں

باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اُس کا ایک کنارا جنت پر ہوگا اُس کی دونوں طرف فرشتے کھڑے ہونگے اور نداء کرتے ہونگے، ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کہیں گے الٰہی سلامتی سے گذار الٰہی سلامتی سے گذار، اور اس پر مومنوں کی نشانی رَبِّ سَلِّم سَلِّم یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ہوگی اور لوگ اُس پر سے گذریں گے تو بعض ایسے ہونگے جو بجلی کی طرح اور پلک جھپکنے میں گذر جائیں گے اور بعض اُس پر سے ہوا کی طرح گذر جائیں گے اور بعض اجاوید الخیل یعنی تیز رفتار گھوڑوں کی طرح گزر جائیں گے اور کچھ لوگ عام گھوڑوں کی طرح گذریں گے کچھ چھوٹی کشتی کی طرح گذر جائیں گے بعض دوڑتے ہوئے اور بعض میانہ روی سے گذریں گے بعض اُن میں سے لڑکھڑاتے کانپتے ہوئے گذریں گے تو جہنم میں گر جائیں گے اور اُنکے گناہوں کی وجہ سے آگ اُنہیں پکڑے گی"

پس مسلمان نجات پاجائیں گے اور مخدوش یا مکدوش مسلمان مُنہ کے بل آگ میں اُلٹے لٹکائے جائیں گے اور اس کے ساتھ بند کئے جائیں گے یہاں تک کہ جان لے کہ نجات ہوگی یا نہیں اور یہ مومن کا فدیہ ہے اور آگ مومن سے کہے گی تیرے نور نے میرے شعلوں کو بجھادیا ہے"

ظالم و مظلوم کے مابین قصاص حق ہے

فصل! قیامت کے دن ظالموں اور مظلوموں کے درمیان قصاص حق ہے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری بدلہ لے گی، بخاری نے روایت کی ہے،

یخلص المومنون من النار فیحبسون علیٰ قنطرۃ بین الجنۃ و النار فتقص لبعضھم من بعض مظالم کانت بینھم فی الدنیا حتیٰ اذا ھذبوا و نقوا

اذن لهم فی دخول الجنۃ۔"

یعنی مخلص مومنوں کو جنت اور دوزخ کے درمیان پل پر آگ سے روک دیا جائے گا تاکہ دنیا میں کئے جانے والے ظلم کا ایک دوسرے سے بدلہ لے لیں یہاں تک کہ معاملہ درست ہونے کے بعد جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔

جنت اور دوزخ حق ہیں

فصل: جنت اور دوزخ حق ہیں اور وہ دونوں مخلوق ہیں اور اِس وقت بھی موجود ہیں، اہل جنت جنت میں دائمی نعمتوں میں رہیں گے اور دوزخ والے ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہیں گے، نہ جنت و دوزخ کبھی فنا ہونگے اور نہ اُن میں رہنے والے کبھی فنا ہونگے، نہ جنت کی نعمتیں کبھی برباد ہونگی اور نہ دوزخ کا عذاب مٹ سکے گا اِس میں یہ قول شاذ ہے جو ہمارے شیخ ابن تیمیہ کی طرف منسوب ہے کہ آگ ایک لمبی مدت گذر جانے کے بعد فنا ہو جائے گی جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا"

اور یہ قول اُس نے حضرت عمر و بن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابی سعید، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا ہے اور حضرت حسن بصری اور حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور مفسرین کی ایک جماعت اِس طرف گئے ہیں"

ذاتی خیال ہے مگر؟

میرا گمان ہے کہ اِس قول کی نسبت ہمارے شیخ ابن تیمیہ کی طرف درست نہیں اور اُس کے شاگرد ابن قیم کا کلام اِس پر دلالت کرتا ہے کہ اُسکے نزدیک

دوزخ کا عذاب ہمیشہ نہیں رہے گا۔

شیخ ابن عربی، خواجہ محمد ناصر اور بہت سے صوفیاء کرام اس طرف مائل ہیں کہ اہل دوزخ کا عذاب اُن پر ہمیشہ نہیں رکھا جائے گا بلکہ عذاب کا ہونا ایک طویل مدت تک ہوگا کیونکہ گناہوں پر دائمی تعذیب ہمہ وقت اُس کے عدل اور فضل ورحمت کے لائق نہیں اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں،

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ [۱]

ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ اُن پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ اُنہیں مہلت دی جائے۔

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ [۲]

جبھی کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اُسی میں پھیر دئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا چکھو اسی آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ [۳]

جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم انکے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں

زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ [۴]

ہم نے اُنکا عذاب پر عذاب زیادہ کیا

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ [۵]

وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہیں پڑے گا اور وہ اس میں بے آس رہیں گے

---

[۱] البقرہ آیت ۱۶۲ [۲] السجدہ آیت ۲۰ [۳] النساء آیت ۵۶ [۴] النحل آیت ۸۸ [۵] الزخرف آیت ۷۵

اور احادیثِ صحیحہ متوافرہ مشعرہ ہیں کہ اہلِ جہنم ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور یہ بہت بڑی معصیت اور مالک پر عظیم سرکشی کے سبب دائمی عذاب ہے، اگرچہ یہ بغاوت ایک گھڑی میں صادر ہوئی ہو اس کی سزا اظلم نہیں جیسا کہ قتل کا مرتکب ہونے والے کو اہلِ قانون پوری عمر کی قید کی سزا دیتے ہیں حالانکہ اُس نے قتل آنِ واحد میں کیا تھا"

اور جو دیلمی نے روایت کیا کہ دوزخ میں داخل ہونے والے کو نہیں نکالا جائے گا یہاں تک کہ وُہ کئی حقبے وہاں رہے گا، ایک حُقبہ کی مُدّت اسّی سال ہے اور ہر سال کے تین سو ساٹھ دِن ہیں اور ہر دِن ایک ہزار سال کا ہو گا، اِس روایت کو ضعیف کہا گیا اور اِسے حجّت نہیں مانا گیا ممکن ہے اِسے گنہگار مومنوں پر محمول کیا ہو اِس دلیل کے ساتھ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کافروں کیلئے فرمایا،

وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ[1] اور وُہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں

رہا صوفیاء کرام کا بعض کتابوں میں یہ بیان کہ آگ پر ایک دِن اُس کی گہرائی میں کنوئیں کی بُوٹی اُگے گی تو اِس کی اصل موجود نہیں"

اور جو امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ وُہ جہنم کا دروازہ کُھلنے کے دِن دروازوں پر آئیں گے تو اِس کی سند میں ایک بھی ایسا نہیں جو کذب سے متّہم ہو اور ممکن ہے کہ اِسے اِس پر حمل کیا ہو کہ اہلِ ایمان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہیں رہے گا"

اگر آپ زیادہ تفصیل چاہتے ہیں تو ہمارے ساتھیوں کے امیر شیخ

---

[1] البقرہ آیت ۱٦۷

محمد بن اسماعیل کی طرف رجوع کریں جو دوزخ کی فناء کے قائلوں کی دلیل اور باطل کے پردے اُٹھانے والا ہے۔

مقامات جنت و دوزخ

فصل، جنت اور دوزخ کے مقام میں اقوال پر اختلاف ہے اور بعض نے اس پر توقف کو درست کہا ہے جب کہ تعیّن مقام پر نص وارد نہیں ہوئی اور صحیح یہ ہے کہ جنت ساتوں آسمانوں کے اُوپر آسمان میں ہے اور اُس کے اُوپر عرشِ رحمان ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہُوا،

اور دوزخ کا مقام نہیں جانتے جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اور اُس کے عوالم کا احاطہ نہیں کر سکتے، بعض نے کہا وُہ زمین کے نیچے ہے، بعض نے کہا دُنیا کو محیط ہے اور جنت اُس کے پیچھے ہے اور بعض نے کہا سمندر کے نیچے ہے اور ایسے ہی حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام کی جنت میں اختلاف ہے، بعض نے کہا جس جنت کا پرہیز گاروں سے وعدہ ہے وُہ آسمانوں میں [illegible] نے کہا وُہ زمین میں ہے ہمارے شیخ حضرت عبد القادر جیلانی نے اِس قول [illegible] دی ہے اور ہمارا شیخ ابن قیم اِن دونوں اقوال میں سے [illegible] کی طرف راجح نہیں بلکہ اُس نے ہر دو اقوال سے دلائل دئیے ہیں،

واللہ [illegible]

گُناہِ کبیرہ کی سزا

فصل، شرک اکبر اور کفُر کے علاوہ گناہ کبیرہ کا مُرتکب ناقص الایمان ہے کیونکہ ایمان اطاعت و فرماں برداری سے زیادہ اور گناہوں سے کم ہوتا ہے

تو بغیر شرک اکبر اور کفر کے ارتکاب کبائر کرنے والا اگر بغیر توبہ کے بھی مر جائے تو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا ایسے ہی صغیرہ گناہوں کی سزا ہے اور اگر مشرک یا کافر بغیر توبہ کے مر جائے تو اللہ تعالیٰ اُسے نہیں بخشے گا، ایسے ہی بغیر توبہ کے حقوق العباد سے رُوگردانی اور اُسے جائز سمجھنے والے پر اور ایسے ہی صغائر پر عقاب ہے

کافر فرقے

اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے مرنے والے مشرک اور کافر کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے گا اور جو کبیرہ گناہوں کو حلال سمجھے یا فرائضِ دین سے فرائضِ قطعیہ کا انکار کرے یا نصوص قرآنی کو ظواہر سے پھیر کر بعید معنوں کی طرف لے جائے جو لغت اور استعمال کے متقضی نہ ہو جیسا کہ اہل باطن اور اہل کفر و الحاد اور ہمارے زمانے میں ظاہر ہونے والے نیچریوں[1] کا دعویٰ ہے۔

افراخ القرامطہ اور باطنیہ جو تیسری صدی میں ظاہر ہوئے اور اُنہوں نے ابلیس کے وجود کا انکار کیا اور اُسے قوتِ شہوانیہ اور غضبیہ سے تعبیر کرتے اور جبریل علیہ السلام کی تاویل قوتِ الہامیہ کے ساتھ کرتے اور جسموں کے دوبارہ اُٹھائے جانے اور آسمان کے وجود اور ملائکہ اور جنت کا انکار کرتے اور حور و قصور کی تاویل کرتے، اور معجزات کو امورِ عادیہ خفیہ اسباب و آلات پر محمول کرتے جیسا کہ اُن کے شعبدے ہیں یہ لوگ بغیر شک و ریب کے کافر ہیں، جو کوئی اِن کے کفر میں شک کرے اور انہیں معتزلہ کی طرح

---

[1] اصحاب احمد خاں کشمیری یعنی سر سید احمد خاں کے ماننے والے

اہل قبلہ میں شمار کرے تو وہ بھی کافر ہے"

رہے اہلِ قبلہ جن پر لفظ اسلام کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ قدریہ، مرجیہ روافض، مقلدین اور ناصبی تو اُن کے اسلام کا انکار نہیں اور یہ ہمارے اہل حدیث ساتھیوں کا قول ہے، اور جہمیہ میں اختلاف ہے جو لوگ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے عرش پر ہونے کا انکار کرتے ہیں تو ہمارے امام احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ حدیث نے اُن کا انکار کیا ہے، کیونکہ وہ دین کے اصولوں سے ایک عظیم اصل کا انکار کرتے ہیں اور آیات و احادیث کی نصوص کا انکار کرتے جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام مخلوقات عرش اور اپنی خلقت و کائنات کے اُوپر بلندی کا اثبات ہوتا ہے، اور دُوسروں نے ان کی تکفیر میں توقف کیا ہے۔

محلی نے کہا اہل قبلہ سے اُس کی بدعت کی وجہ سے کسی کا انکار نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اُس کے بندوں کے افعال کی تخلیق اور قیامت کے دن اُسے دیکھنے کے جواز کا انکار کرتے ہیں اور ہم سے بعض اُن کا انکار کرتے ہیں"

رہا وہ شخص جو اپنی بدعت کے ساتھ اہل قبلہ سے نکل گیا جیسا کہ حدوث عالم اور اجسام کے لئے بعثت و حشر اور جزئیات کے ساتھ علم کا انکار کرنے والا تو اُن کے کفر میں کوئی نزاع نہیں اس لئے کہ اُن لوگوں نے بدیہی علم کا انکار کیا ہے جس کے ساتھ رسُول تشریف لائے ہیں"

ہمارے ساتھیوں سے شیخ ولی اللہ اور سید نے کہا کسی اہل قبلہ کا انکار نہ کیا جائے سوائے اس کے کہ جس میں صانع قادر مختار کی نفی پائی جائے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کی عبادت کرے یا آخرت یا نبی کا انکار کرے یا علم ضروریہ اور متفق علیہ کا انکار کرے جیسا کہ محرمات کو حلال کر لینا اور تمام ضروریات دین

اور مہمات شرع مبین ہیں"

رہے مقلدین تو میں کہتا ہوں وُہ بدعتی مسلمان ہیں اُن کے پیچھے بالکراہت نماز جائز ہے بشرطیکہ کتاب وسنت اور اہل حدیث کی اہانت نہ کرتے ہوں اور اُن کا عقیدہ ہو کہ مجتہد پر نبی علیہ السلام کی اِتباع مقدم ہے ورنہ وُہ کافر ہیں اور اُن کے پیچھے نماز جائز نہیں"

کبیرہ گناہوں کا تعیّن

فصل : کبیرہ کی حد اور کبائر کے تعین میں اقوال پر اختلاف کرتے ہیں درست یہ ہے کبیرہ وُہ گناہ ہے جس گناہ کا دلیلِ قطعی کے ساتھ علم ہو اور اُس پر وعید وارد ہوئی ہو۔ اکبر الکبائر یعنی بڑے گناہوں میں بڑا گُناہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے ساتھ شرک اور کفر ہے، پھر ناحق خود کشی کرنا اور پاکدامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا، زنا، شراب خوری، میدانِ جہاد سے فرار ہونا، جادو، ظلماً یتیم کا مال کھانا، والدین کی نافرمانی کرنا، حرم میں الحاد کرنا، سُود کھانا، چوری کرنا، اور اسکے علاوہ جو چیز احادیث میں وارد ہوئی ہے اور صغیرہ گُناہ پر اصرار کرنے سے بھی کبیرہ ہو جاتا ہے، اگر آپ زیادہ تفصیل چاہتے ہیں تو شیخ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "زواجر عن اقتراف الکبائر" کی طرف رجوع کریں۔

جب معصیت مُطلق ہے تو کفر وفسق پر مشتمل ہے اور جب فسق ایمان کے مقابل ہوگا تو اِس سے مُراد کفر ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا"

افمن کان مومنا کمن کان فاسقا[1] تو کیا جو ایمان والا ہے اُس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے

---

[1] السجدہ آیت ۱۸

گناہ کی تین قسمیں ہیں

گناہ کی تین اقسام ہیں ان میں سے ایک کفر ہے، اور ایک فسوق جس کے ساتھ کفر نہیں، گناہ کی تیسری قسم وہ گناہ ہیں جو نہ کفر ہیں نہ فسق ہیں، جب وعید آخرت میں اکیلے کفر کا ذکر کیا جائے گا تو اس میں منافقین داخل ہیں اور جب کفر کے ساتھ منافقت کا ذکر کیا جائے گا تو وہ کفر کی خاص قسم ہے جو تمام ظاہر کفر والوں پر مشتمل ہے سوائے اُن کے جو کفر کو چھپاتے ہیں یعنی منافقین، ایسے ہی شرک کبھی صرف اہلِ کتاب کے ساتھ اور کبھی پانچ مذاہب کو شامل ہے اور یقیناً کبھی اہلِ کتاب بھی اِس میں شامل ہوتے ہیں اور کبھی نہیں شامل ہوتے یہاں سورت مائدہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یومن" کے محکم یا منسوخ ہونے میں اختلاف ہے یعنی مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں"

لفظوں کا اطلاق

چنانچہ جب لفظ صالح، شہید اور صدیق اکیلا ذکر کیا جائے گا تو انبیاء کرام کو شامل ہوتا ہے اور جب اِس کے ساتھ دوسرے کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے تمام امور صالح مراد ہوتے ہیں"

ایسے ہی ظلم نفس کا لفظ کبھی تمام گناہوں پر اطلاق کرتا ہے اور کبھی ظلم سے مراد مطلق شرک و کفر ہوتا ہے"

ایسے ہی لفظِ عبادت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہر امر کو شامل ہے جیسا کہ اُس پر توکل و استعانت اور سلام وتحیت ہے اور کبھی اِس کے ساتھ مراد

تحیت کے مقابل ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا،
ایسے ہی لفظِ بر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہر امر کو شامل ہے اور لفظِ ذنوب جب اس میں مطلقاً داخل ہوگا تو یہ ہر حرام کام کرنے اور ہر واجب کو ترک کرنے پر محمول ہوگا اور لفظِ ہدیٰ علم و عمل کو شامل ہے اور لفظِ تلاوت عمل کے ساتھ معنوں میں غور و فکر کو شامل ہے کیونکہ اس کی اتباع معنی کے ساتھ ہے، پس قرآن کی تلاوت اُس کے معنوں میں غور و خوض کرنے اور اُس پر عمل کرنے سے عبارت ہے نہ کہ خالی زبان کے ساتھ تلفظ ادا کرنے سے، ہمارے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں تلاوتِ قرآن اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ تمام قرآن پر عمل کا نام ہے"

شفاعت حق ہے

شفاعت حق ہے اور رسولوں اور نیک لوگوں کے لئے ثابت ہے جیسا کہ عُلماء اور شہداء ہیں، خاص طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس اُمت کے اہلِ کبائر اور گذشتہ انبیاء کرام کی اُمتوں کی شفاعت فرمائیں گے پس حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے شافع اور مشفّع ہیں یعنی سب سے پہلے آپ شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، سوائے اس کے کہ یہ شفاعت بندے کی اپنے مولا کی طرف اُس کے اذن و رضاء اور امر و ایماء سے ہے نہ کہ وجاہت و قوت سے اِس حیثیت کے ساتھ کہ شفاعت قبول کرنے والا شفاعت کرنے والے سے شفاعت قبول کرنے میں مرعوب و مجبور ہے، جیسا کہ عمائدین سلطنت اور بادشاہ کے اُمرا دُنیا کے بادشاہوں سے سفارش کرتے ہیں۔

کتاب ناطق نے شفاعت کی نفی کی ہے اور اثبات کیا ہے پس دوسری شفاعت کی نفی اور پہلی کا اثبات ہے اور اللہ سبحانہ، تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا ولیکن آخرت میں شفاعت کی اجازت ہو گی جیساکہ حدیث میں وارد ہوا کہ"

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کریں گے اور طویل عرصہ سجدہ میں رہیں گے اور اپنے رب تعالےٰ کی بہت زیادہ حمد وثنا کریں گے پھر فرمایا جائے گا یا محمدؐ! اپنا سر اُٹھائیں اور سوال کریں عطا کیا جائے گا، شفاعت کریں قبول کی جائے گی"

شفاعت کی اقسام

شفاعت کی چھ قسمیں ہیں!

۱۔ قضاء وراحت یعنی لوگوں کے جھگڑ دن کے فیصلے یہ کام لمبے وقفے میں ہو گا اور یہ شفاعت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مختص ہے"

۲۔ بغیر حساب کے جنت میں داخلہ تو یہ شفاعت بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص ہے"

۳۔ دوزخ کے حقداروں کو دوزخ میں نہ ڈالنا۔

۴۔ بعض اہل دوزخ کو دوزخ سے نکالنا۔

۵۔ درجات کی بلندی ہونا۔

۶۔ بعض اہلِ کفر سے تخفیف عذاب ہونا جیساکہ حضرت ابو طالب کے حق میں وارد ہوا اور یہ حدیث "فلا یخفف عنھم العذاب ولاھم ینصرون

عموم قرآن کی مخصّص ہے[1]،

اور آپ کی شفاعت کے ساتھ لوگوں میں سعادت مند ترین وہ شخص ہو گا جو اخلاص قلب سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھتا ہے اور آپ کے اہل بیت اور اہل مدینہ سے محبت رکھتا ہے۔

ایمان کی شاخیں

فصل۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لانا اور اس کی ملاقات کا ایمان رکھنا، کہ اچھی اور بُری تقدیر اور تلخ و شیریں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، فرائض اور اچھی چیزوں کو ادا کرنا اور کبائر و مساوی یعنی کبیرہ گناہوں اور بُری چیزوں سے پرہیز کرنا بغض

---

[1] قرآن مجید میں اس مفہوم کی متعدد آیات بینات وارد ہوئی ہیں کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہو گی جیسا کہ فلا یخفف عنہم العذاب آیت کریمہ مؤلف نے خود پیش کی ہے، حیرت ہے کہ قرآن مجید کی متواتر نصوص کی موجودگی میں محض حضرت ابو طالبؑ کا کفر ثابت کرنے کے لئے ایک ایسی روایت کو وجہ تخصیص بنایا جا رہا ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کے عذاب میں تخفیف ہو گی اگر یہ روایت قرآن مجید کی آیات کی مخصص ہوتی تو لا محالہ روایت میں اس کے خلاف متعدد آیات میں سے کسی ایک آیت کا تذکرہ ضرور ہوتا یا صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک نے اس تخصیص کا ذکر کیا ہوتا۔ صدیاں گذر جانے کے بعد کسی محدث کا اپنے گمان کے مطابق اسے تخصیص قرار دے دینا زبردستی ہے واللہ اعلم و رسولہ۔ مترجم

یعنی جسموں کو قیامت کے دن اُٹھائے جانے پر ایمان رکھنا، ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں سب سے افضل لا اِلٰہ الا اللہ یعنی توحیدِ ربوبیت و الوہیت ہے اور سب سے ادنیٰ راستے سے کانٹے وغیرہ تکلیف دینے والی چیز کو دور کرنا ہے، پس ایمان زبان کے ساتھ کہنا دل سے تصدیق کرنا ہے، اور ارکان کے ساتھ عمل کرنے سے کم و بیش ہوتا ہے،

حمیدی نے کہا میں نے وکیع کو کہتے ہوئے سنا اہل سنت قول و عمل کو ایمان کہتے ہیں اور مرجیہ قول کو ایمان کہتے ہیں جہمیہ معرفت کو ایمان کہتے ہیں، اور یہ بات کفر ہے۔

وکیع کی ایک روایت میں ہے کہ مرجیہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اقرار جزو عمل ہے اور جس نے یہ کہا وہ ہلاک ہوا اور وہ جو کہے کہ نیت جزوِ عمل ہے تو وہ کافر ہے اور یہ جہم کا قول ہے"

اور ایمان کا نام بالکل ہی سلب نہیں ہو جاتا، جو شخص فرائض کو چھوڑ دیتا ہے اور حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ناقص الایمان مومن ہے وہ ہمیشہ آگ میں نہیں رہے گا، اور ہمارے امام احمد بن حنبلؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی پیروی کرتے ہوئے کہتے ہیں جو شخص بلا عذر دانستہ نماز ترک کر دیتا ہے وہ کافر ہے لیکن اس سے ایمان سلب ہونے کا انحصار تصدیق قلبی اور اس کے انکارِ زبان پر یا اس کا اپنی ذات کو کافروں سے الگ نہ کرنے اور ان کے ساتھ کفر کے نام یا اعمالِ کفر یا شرک پر عمل کرنے میں اشتراک کے ساتھ کیا جائے گا تو ابلیس اور فرعون مومن اور اس کی قوم مومنین قرار پائیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا

اور اُن کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں انکا یقین تھا. ظلم اور تکبر سے

گمراہ فرقے

ہرقل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا باوجودیکہ اُسے آپ کی رسالت کا یقین تھا جب کہ اُس نے کہا تھا! اگر میں وہاں ہوتا تو آپ کے قدموں کا دھوون پیتا،

اور جہمیہ اس میں ہمارے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں! ایمان نفس علم و معرفت ہے اور زبان کے اقرار کے ساتھ مشروط نہیں اور نہ کفار سے نکلتا ہے نہ اعمال اور بے شک سلف نے انکار کیا ہے جیساکہ وکیع بن الجراح احمد بن حنبل ،، ابو عبید اور دُوسرے جو یہ بات کہتے ہیں، ایسے ہی اِس میں حنفیہ، مرجیہ، فقہائے جبلیہ مُتاخرہ کی ایک جماعت اور اہل کلام ہمارے مخالف ہیں جب کہ اُن کا گمان ہے کہ ایمان صرف زبان سے اقرار اور تصدیق قلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں اور ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے اِس فرقے کو گمراہ فرقوں میں شمار کیا ہے "

اسلام کیا ہے

اسلام لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسُول اللہ کی گواہی دینا. نماز قائم کرنا. زکواۃ ادا کرنا. رمضان شریف کے روزے رکھنا اور راستے کے خرچ کی استطاعت

ے النمل آیت ۱۴

ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا ہے اور اسلام کا اطلاق کبھی ایمان پر اور کبھی بالعکس ہوتا ہے حق یہ ہے کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں پس جس کے لئے ایمان نہیں اُس کے لئے اسلام نہیں اور جس کا اسلام نہیں اُس کا ایمان نہیں اور ایمان کا اطلاق علم و عمل کے کامل جامع ایمان پر ہوتا ہے۔ پس اِس سے اسلام بند ہوتا ہے اور اِس پر سعد اور مُسلم کی حدیث حمل ہوتی ہے۔

اور بیشک اسلام جان و مال کی ہلاکت کے خوف سے ظاہری اِتباع پر اطلاق کرتا ہے اگرچہ دِل میں تصدیق نہ ہو اور یہ دو نشانیوں پر منطبق ہوتا ہے پس ہم نے جسے اِس میں مومنوں سے نکال دیا تو اُسے غیر مسلموں کے گھر کے سوا نہیں پائیں گے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا ؎ — گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو لائے ہاں یُوں کہو ہم مطیع ہوئے۔

ایسے ہی ایمان صرف تصدیقِ قلبی پر اطلاق کرتا ہے جس وقت اسلام اور عمل صالح کے ساتھ ہو اور اِس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کے رسُولوں اور اُس کی ملاقات پر اور قیامت کے دِن اُٹھایا جانے پر ایمان لانا ایمان ہے اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے اور نماز قائم کرنے، فرض کی گئی زکوٰۃ ادا کرنے اور رمضان شریف میں روزے رکھنے کا نام اِسلام ہے اور یہ مُراد اللہ تعالےٰ کے اِس

؎ الحجرات آیت ۱۴

ارشاد میں ہے ؛

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ[1]

اور اُن میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر مشرک ہیں

احسان کیا ہے ؟ دین کیا ہے ؟

احسان یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰے کی عبادت ایسے کی جائے جیسا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے ،

دین اسلام اور ایمان دونوں پر مشتمل ہے ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا! ایمان جب شارع علیہ السلام کے کلام میں اسلام کے ساتھ ملا ہوا ہو پس اس کے ساتھ ایمان سے مُراد اللہ تبارک وتعالیٰ ، اُس کے ملائکہ ، اُس کی کتابوں ، اُس کے رسُولوں اور قیامت کے دن کے ساتھ دل میں ایمان ہو اور اسلام سے مُراد اعمال ظاہری ، توحید و رسالت کی گواہی ، نماز ، زکواۃ ، روزے اور حج ہے اور جب اکیلے کا ذکر ہوگا تو اِس میں اسلام اور اعمال صالح داخل ہونگے ،

دین کیا ہے ؟

دین اسلام و ایمان اور احسان پر مشتمل ہے ، اسلام کا درجہ ادنیٰ ، ایمان کا متوسط اور احسان کا درجہ اعلیٰ ہے پس ہر محسن مومن اور مسلمان ہے اور ہر مومن مسلمان ہے لیکن ہر مومن کے لئے محسن ہونا لازم نہیں اور ایسے ہی ہر مسلم کا مومن ہونا ضروری نہیں ،

---

[1] یوسف آیت ۱۰۶

میں کہتا ہوں بہت سے صوفیہ نے اس کی صراحت کی ہے کہ تصوف کی اصل غرض مرتبہ احسان کو حاصل کرنا ہے اور یہ مرتبہ کتاب وسنت کی اتباع اور اعتقاد وعمل کی اصلاح دونوں کے اقتضاء اور شریعت کی اتباع کرنے والے اولیاء محسنین اور عارف باللہ لوگوں کی معیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

غرور نہ کرے

فصل، ایمان اُن گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو ایمان لانے سے قبل سرزد ہوئے تھے اور نصِ حدیث کے ساتھ اُن نیک اعمال کو باقی رکھتا ہے جو حالتِ کفر میں کئے تھے ہاں! جب کسی کی موت کفر اور شرک پر ہو گی تو اُس کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور ارتداد کے بعد کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، اور ایمان نیند، غفلت بے ہوشی اور موت کے باوجود باقی رہتا ہے، اور یہ غیر مخلوق ہے جیسا کہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے روایت کی کہ مومن کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے بُرے انجام سے خائف رہے اور ایمان کامل ہونے کا غرور نہ کرے، پس یہ نہ کہے کہ میں مومنِ حق ہوں یا میرا ایمان جبریل علیہ السلام جیسا ہے بلکہ کہے! میں انشاءاللہ! مومن ہوں اور یہ استثناء شک کے لئے نہیں بلکہ اپنے نفس پر عدم اعتماد کی وجہ سے اور اپنے اُمور اللہ تعالیٰ کو سونپ دینے اور اُس پر توکل کی بناء پر ہے،

ہمارے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں جب ایمان قول وعمل اور بڑھتا گھٹتا ہے تو اِستثناء خوف واحتیاط ہے پس استثناء ایمان کی تقویت کے لئے ہے، اثرم نے امام احمد سے روایت کی ہے! جب کہے میں مسلمان ہوں تو استثناء نہیں کیونکہ اِسلام کلمہ ہے اور ایمان عمل ہے،

سعادت وشقاوت ازلی

خوف کا ایمان اور ایسے ہی خوف کی توبہ قرآن مجید کی نص سے غیر مقبول ہے اور فرعون کافر مرا ہے اور ابن عربی کا یہ گمان غلط ہے کہ فرعون طاہر، مطہر اور سعید مرا ہے وہ شخص جو اپنے ماں کے پیٹ میں سعید ہے یعنی اُسے ازل میں سعید لکھا گیا یا وہ شخص جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہے یعنی اُسے ازل میں شقی لکھا گیا پھر وہ دونوں تبدیل نہیں ہونگے، لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ کبھی سعید شقی ہو جاتا ہے اور کبھی شقی سعید ہو جاتا ہے، تو یہ تغیر ہمارے علم اور ہماری نظر کے مطابق ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم میں یہ تغیر نہیں حالانکہ وہ شقیوں کو سعید اور سعیدوں کو شقی بنانے پر قادر ہے اور ایسے ہی وہ تکلیف پر قادر ہے، جو طاقت نہ رکھے اور معدوم ہو وہ کوئی چیز نہیں جبکہ وہ جس چیز کو چاہتا ہے موجود ہو جاتی ہے لیکن اگر اُس کے ساتھ چاہا نہیں تو معدوم و ممتنع چیز کو جاننا درست نہیں اور اللہ تعالیٰ دونوں کو جانتا ہے۔"

فصل۔ الہام حجتِ شرعیہ نہیں اور ایسے ہی کشف اور خواب ہے، شرع کے دو اصول ہیں کتاب اور سُنت بعض نے اجماعِ مطلق اور قیاس صحیح کو بھی زائد کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اجماعِ ظنی اور قیاس دونوں ہی لازمی حجت نہیں ہیں مگر دونوں قناعت کو ظاہر کرتے ہیں تو جب کتاب و سُنت سے دونوں کے خلاف دلیل قائم ہو جائے تو اجماعِ ظنی کی مخالفت جائز ہے، بلکہ جب قیاس کے خلاف قرآن کی آیت یا صحیح حدیث پائی جائے تو قیاس کو ترک کرنا واجب ہے۔ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اِس پر زیادہ کیا تو فرمایا کہ مُرسل، ضعیف اور موقوف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو ترک کردیں، اور احناف پر تعجب ہے

کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں پھر اِس اصل عظیم کے خلاف چلتے ہیں اور اپنے فاسدہ قیاس اور کاسدہ آرا سے احادیثِ صحیحہ کو رد کرتے ہیں،،

اجماعِ اُمت کی اہمیت

ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ مومنوں کا اجماع اس جہت سے حجت ہے کہ اُن کی مخالفت مخالفتِ رسُول کو مستلزم ہو اور اگر یہ سب اس پر جمع ہیں تو اُس میں لازماً رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص سے ہو گا تو اس میں ہر مسئلہ اجماع کے ساتھ قطع ہو گا اور مومنوں کے جھگڑے کو ختم کرے گا۔

تو بیشک جو چیز اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اُس میں ہدایت ہے اور اس اجماع کی مخالفت کفر ہے جیسا کہ نصِ ظاہری کی مخالفت کفر ہے دلیکن جب ظنی اجماع ہو گا اور اس کے ساتھ قطع نہیں ہو گا تو یہاں بھی قطع نہیں ہو گی وہ چیز جس میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہدایت ظاہر ہے اور کبھی اس اجماع کی مخالفت کفر نہیں ہوتی بلکہ ظنی اجماع کبھی غلط ہوتا ہے اور اُس بات میں اُس کے خلاف درست ہوتا ہے،،

اِس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دونوں باتیں یعنی اجماع قطعی الدلالت یا ظنی الدلالت صواب سے نکل سکتے ہیں اور صواب تفصیل کا اقتضاء کرتا ہے میں انشاء اللہ اِس کتاب کی دُوسری جز میں اجماع کے بارے میں کلام کروں گا۔

رسُولوں کا بھیجنا حکمت ہے

فصل، رسُول کا بھیجنا حکمت ہے اور بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ بشر کی

طرف بشر سے اور جن کی طرف جن سے رسول بھیجتا ہے اور وہ سب مُبیّنہ طور پر لوگوں کو اور جنوں کو بشارت دینے والے اور ڈر سنانے ہیں جو ان کی طرف دین و دُنیا کے اُمور سے محتاج ہیں پس انبیاء کرام کے درمیان جو دنیوی احکام ہیں اس میں اُن کی متابعت واجب ہے جیسا کہ احکام دینیہ میں ہاں! دُنیاوی اُمور میں انبیاء کرام خاموش ہیں تو لوگ اس میں خیر پر ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تم اپنے دنیوی اُمور میں مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔

رہا یہ کہنا کہ اُمور دُنیا اُسکی عطا کردہ حذافیر کے ساتھ ہیں جو ہر زمانہ میں لوگوں کی آراء پر چھوڑ دیئے گئے ہیں اور اس میں انبیاء کرام کی اتباع ضروری نہیں تو العیاذ باللہ ایسا کہنا زندقہ والحاد اور کفر ہے۔

وحی سے قبل عصمتِ انبیاء

فضلِ اللہ سبحانہ، نے انبیاء کرام کی معجزات کے ساتھ تائید فرمائی یعنی خوارق عادت امور ممکنہ میں تو یہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں جو اُس کے بندوں انبیاء کرام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئے تاکہ اُن کے دعویٰ کی سچائی پر دلالت کریں اور اُن سے لڑائی جھگڑے اور دشمنی کرنے والوں کو روسیاہ کریں انبیاء کرام وحی کے بعد اور وحی سے پہلے کفر و شرک سے پاک اور معصوم ہیں اور وحی کے بعد معصومیت عمد اُکبائر و صغائر اور اُن پر اصرار سے بچنا ہے اور اُن سے بھول چوک، اجتہادی غلطی صغیرہ گناہوں کا صدور جائز ہے ولیکن وہ اُن پر ثابت نہیں رہتے بلکہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کی لغزش اور غلطی پر خبردار کر دیتا ہے، اور وہ امور جو عوام الناس کے لئے یا اُن کے لئے مباح ہونگے وہ اس پر ملامت نہیں کئے جائیں گے ولیکن انبیاء کرام کے لئے وہ خطائیں اور

گناہ شمار ہونگے کیونکہ اُن کی شان بڑی ہے اور اُنہیں اللہ تبارک و تعالےٰ سے قُرب حاصل ہے اور انبیاء میں پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی ہمارے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد دُنیا میں کوئی نئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا،،

شریعت مصطفٰے

آپ کے بہت سے نام ہیں، احمد، محمُود، عبد اللہ، ماحی، عاقب، حاشر، رؤف، رحیم، سید الانبیاء، سید وُلد آدم، خاتم النبیین مصطفٰے اور اس کے علاوہ،،

جب ہمارے سردار حضرت عیسٰی علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو وُہ آپ کی شریعت کے ساتھ حکم دیں گے اور آپ کی اُمت میں داخل ہونگے وُہ علی الاطلاق مجتہد ہونگے جیسے ہمارے امام حضرت مہدی علیہ السلام ہیں،،

انبیاء ومُرسلین کی گنتی

حضرت آدم علیہ السلام اور حضور رسالتمآب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بہت سے انبیاء کرام گذرے ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور کوئی قوم یا بستی ایسی نہیں جو ڈرانے والے سے خالی ہو بعض نے کہا کہ انبیاء کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور اُن میں سے تین سو تیرہ رسُول ہیں،

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد انبیاء میں سے مشہور نبی یہ ہیں، حضرت شیث، حضرت ادریس جن کا اسم گرامی دانا‌ؤں کے نزدیک ہرمس اکبر ہے حضرت نُوح حضرت ہُود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت لُوط، حضرت اسماعیل

حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع، حضرت عزیر، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت ذوالکفل، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت الیاس، حضرت یسع، حضرت اشعیا، حضرت ارمیاء اور وہ حضرت یسع ہیں، حضرت حجی، حضرت دانیال، حضرت عیسیٰ بن مریم اُن پر قیامت تک صلواۃ وسلام ہو۔

رامچندر نبی ہے

اِن میں سے قرآن پاک میں پچیس ۲۵ انبیاء کرام کا ذکر ہے اور اللہ تبارک وتعالےٰ نے دُوسرے مُلکوں کے انبیاء کرام کا تذکرہ نہیں فرمایا جیساکہ ہندوستان، چین، یونان، فارس، بلاد اروبا، افریقہ، بلادِ امریکہ، جاپان اور برہما کے نبی ہیں کیونکہ عرب ان ممالک کو نہیں جانتے تھے اِس لئے اُن کا تذکرہ زیادہ فائدہ نہ دیتا ان میں سے بعض کی طرف اشارا کر دیا جن کا قصہ ہم نے تجھ پر بیان کیا ہے اور بعض کا ذکر ہم نے بھی نہیں کیا لہٰذا ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ جان بوجھ کر اُن انبیاء کرام کا انکار کریں جن کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں فرمایا اور لوگوں میں تواتر کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ کافر ہوں جو جانتے ہیں کہ وہ انبیاء وصُلحاء تھے جیساکہ ہندوؤں میں رام چندر، لچھمن اور کشن جی ہیں اور فارس کے درمیان زرتشت اور اہل چین وجاپان کے درمیان کنفیوشش اور بدھا ہیں اور اہل یونان کے مابین سُقراط اور فیثا غورث ہیں بلکہ ہم پر واجب ہے کہ ہم کہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں تمام انبیاء اور رسُولوں پر اور اُن میں سے کسی میں فرق نہ کریں اور ہم اُنہیں تسلیم کرتے ہیں اور اُنہیں کفر و شرک اور سرکشی سے منسوب کرنے سے بچتے ہیں۔

اسیسے ہی ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ اُن حضرات کی نبوت کا انکار کریں جو لوگوں میں مختلف فیہ ہیں جیسا کہ حضرت خضر حضرت لقمان اور حضرت ذوالقرنین علیہم السلام "

توہینِ انبیاء کفر ہے

پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جن انسانوں کے لئے مبعوث ہوئے اور پہلے انبیاء اپنی قوموں اور اپنے شہر والوں کی طرف بطور خاص مبعوث ہوتے تھے۔ بعض نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام بھی تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے اور یہ قرآن مجید کے خلاف ہے جب کہ فرمایا، اور بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا، اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام صادق، ناصح، معصوم، غیر معزول تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبلغ اور خبریں دینے والے تھے۔ اور بحیثیت دوسروں کی طرف توہین لوٹنے کے ایک دوسرے نبی پر فضیلت دینا جائز نہیں کیونکہ انبیاء کی توہین کفر ہے، اور جو انبیاء کو گالی دیتا ہے اُس کی سزا قتل ہے۔

اور ہم مسلمانوں پر تمام انبیائے کرام کا احترام اور عزت و توقیر واجب ہے، کیونکہ تمام تر بلند مرتبوں والے اور سب کے سب خالق و معبودِ واحد کے بھیجے ہوئے ہیں، اور ایسے ہی ہم پر واجب ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت کو ناپسند کریں جس طرح حضور رسالتمآب سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت سے ناراض ہوتے ہیں، پھر ہمیں عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے علم اور عمل میں افضل واشرف اور اکمل ہیں، جیسا کہ آپ نے فرمایا!

مجھے انبیاء پر فضیلت ہے میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اِس پر فخر نہیں۔

پھر آپ کے بعد حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ

علیہم السلام ہیں، اور یہ پانچوں رسولوں سے اُولو العزم ہیں اور میں نہیں جانتا کہ اُن چاروں سے کوئی افضل ہو، اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خیر البریہ ہیں اس لئے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے بہتر ہیں، اور بعض نے کہا حضرت نوح علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہتر ہیں واللہ اعلم،

فصل، فرشتے اللہ کے مکرم بندے ہیں اور ان کی تخلیق نور سے ہے،

وخلق جان من مارج من نار[۱] وخلق آدم من حماء مسنون[۲] ثم صلصال کالفخار[۳]

پس ملائکہ کے اجسام لطیف سریع الحرکت ہیں اور یہ تذکیر و تانیث سے موصوف نہیں اُن میں دو پروں والے بعض تین پروں والے اور بعض چار پروں والے ہیں اُن میں سے بعض بلند مرتبت اور مقربین ہیں اُن میں سے بعض اعمال لکھنے والے اور بندوں کی دشمنوں اور ہلاکت سے حفاظت کرنے والے ہیں بعض انہیں نیکیوں اور مجالس خیر و ذکر میں شرکت کی دعوت دینے والے ہیں، بعض اُن میں درخت اُگانے اور بارش اُتارنے والے اور رُوحیں قبض کرنے والے اور ان کے علاوہ اُمور پر مامور ہیں اور ان میں سے چار فرشتے افضل ہیں اور وہ ملائکہ سے اولو العزم ہیں،

۱ جبریل علیہ السلام اور یہ فرشتہ وحی اور یہ رُوح الامین اور صاحب عرش مکین کے نزدیک صاحب قوت ہیں اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں دو مرتبہ اُن کی اصل صورت پر اور بارہا صورت بشر میں دیکھا ہے،

القرآن - ۳ - ۲ - ۱

۲۔ میکائیل علیہ السلام یہ روزیوں پر موکل ہیں،
۳۔ اسرافیل علیہ السلام یہ صاحبِ صُور ہیں،
۴۔ عزرائیل علیہ السلام یہ ملک الموت ہیں"
پھر حاملانِ عرش اور خازنانِ جنت و دوزخ ہیں اور ان میں سے ہر ایک مقام معلوم ہے اور سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی ان کا شمار نہیں کر سکتا،
لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ؕ
یعنی اُنہیں اللہ کا جو حکم ہو اُسکی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جسکا امر دیئے جاتے ہیں

شیطان و جنات

ایسے ہی جن اللہ کے بندے ہیں ان میں سے نیک ہیں اور ان میں سے اس کے علاوہ مردود و شیاطین ہیں اور ان کا سردار اور باپ ابو الجان حارث ہے جس کا لقب ابلیس ہے یہ نیکوں سے تھا پس اُس نے اپنے رب کے حُکم کا انکار کیا بعض نے کہا وُہ فرشتوں سے تھا پھر جنوں سے ہو گیا یعنی فرشتوں کے مرتبہ سے گر کر جنوں سے ہو گیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنوں کو آگ سے پیدا کیا اور اُن کے اجسام بھی لطیف اور تیزی سے حرکت کرنے والے ہیں مگر ان کی لطافت و سُرعت ملائکہ سے بہت کم ہے اور یہ بھی ملائکہ کی طرح مختلف شکلیں بنا لیتے ہیں اور جس مختلف شکل میں آنا چاہیں آجاتے ہیں اور انکو لوگوں نے دیکھا ہے، بسا اوقات یہ زندہ انسان کے بدن میں داخل ہو کر اُسکی قوتوں میں اضافہ کر دیتے ہیں اور وُہ سختیاں اور جلادت اُٹھاتا ہے اور یہ اُس کے

۔ التحریم آیت ۶

افعال و تصوّرات میں تصرّف کرتے ہیں اور اس زندہ انسان کے جسم کو بوجھل پایا جاتا ہے پھر جب وُہ اُسے چھوڑ دیتے ہیں تو وُہ ہلکا پھلکا اور ہشاش بشاش ہو جاتا ہے،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نے شیطان کو دیکھا ہے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شیطان کو دیکھا ہے اور وُہ اُن کی نماز میں تعرّض کرتا تھا،

ہارُوت مارُوت

ہارُوت ماروت دو فرشتے ہیں بعض نے کہا دونوں جن ہیں بعض نے کہا انسانوں سے دو بادشاہ تھے، اور جو فرشتوں اور جنوں کے وجود کا انکار کرتا ہے تو وُہ کافر وزندیق ہے، اور درُست یہ ہے کہ کافر جنوں کو آگ کا عذاب دیا جائے گا اور مومن جنوں کو جنت کا ثواب ملے گا اور اللہ تعالٰی نے فرمایا!

لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ[1]

---

[1] ہُود آیت ۱۱۹

اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ کے لئے کتابیں ہیں جو اس نے انبیائے علیہم السلام کے لئے نازل فرمائیں اور اُن میں امر و نہی اور وعدہ وعید کو ظاہر فرمایا،

ان میں سے حضرت آدم حضرت شیثؑ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے صحیفے ہیں، اور ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل فرمائی، اور اشعیا وارحیا علیہما السلام اور دوسروں پر صحیفے نازل کیئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور دیگر کتبِ الٰہیہ سے اعلیٰ و افضل اور اجمل ہے اور پہلی کتابوں کو منسوخ کرنے والی ہے، باوجود یکہ پہلی کتابوں کی تعظیم اور اُن کا ادب واحترام اُسی حال پر باقی ہے،

بیشک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تورات کی تعظیم فرمائی اور فرمایا میں تیرے ساتھ اور جو تجھ میں نازل کیا گیا ایمان لاتا ہوں، اور ان میں تحریف واقع ہونے سے اُن کا عدم احترام لازم نہیں آتا، تو بیشک ان میں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کا اکثر کلام ہے، باوجود اس کے ہمارے ساتھیوں کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس میں تحریف لفظی واقع ہوئی ہے یا نہیں"؟

پس جمہور کا مذہب پہلا ہے یعنی تحریف لفظی واقع ہوئی ہے، اور ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ تحریف لفظی نہیں واقع ہوئی، اس گروہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور اسے ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے

اختیار کیا ہے، اور اسی پر ہمارے ساتھیوں میں سے بخاری ہے، اور بعض مقامات پر تحریفِ لفظی بھی حق ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا رونا اور حضرت داوّد علیہ السلام کا زنا (معاذ اللہ) تورات میں مذکور ہے، اور انجیل میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہمیشہ رہے گا، اور اہلِ جنت کا مجرّد یعنی بغیر عورت کے رہنا ہے،

زرتشت کی کتاب زندوستا اور ہندوؤں کی کتاب بید میں اختلاف کرتے ہیں اور ایسے ہی زرتشت کی نبوّت میں اختلاف کرتے ہیں، اور احتیاط عدمِ انکار اور سکوت میں ہے،، جمیع انبیاء اور اُسکی تمام کتابوں پر ایمان لانا چاہیے، اور ایسے ہی مجوسیوں کے امر میں اختلاف ہے کہ کیا وہ اہلِ کتاب کے حکم میں ہیں یا مشرکین کے حکم میں"

معراجِ مصطفےٰ

فصل ! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کے بارے میں ہے کہ. آپ بیداری کے عالم میں مکہ معظمہّ سے بیت المقدس تک اپنے جسمِ اقدس کے ساتھ تشریف لے گئے یہ امر کتاب اللہ سے قطعی طور پر ثابت ہے اور اِس سے آسمانِ دُنیا تک پھر جہاں تک بلندی سے اللہ تعالیٰ نے چاہا حق اور صحیح ہونا مشہور حدیث سے ثابت ہے پس جو پہلی بات کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے، جب کہ دوسری بات کا انکار کرنے والا بدعتی اور گمراہ ہے اور یہ جمہور سلف وخلف کا قول ہے

بعض نے کہا آسمانوں کی سیر کا واقعہ خواب میں ہوا اور اِس پر شریک کی روایت دلالت کرتی ہے مگر یہ روایت مجرّد ہے،

بعض نے کہا یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ بیداری میں اور
مرتبہ خواب میں پھر یہ کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج
کی رات اپنے رب کو دیکھا یا نہیں ؟

اس میں تین مذاہب ہیں، راجح یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے
اپنے رب کو دیکھا ہے، اور اسے ہمارے امام احمد بن حنبل نے اختیار
کیا ہے۔

بعض نے کہا! آپؐ نے اپنے دل سے دیکھا اور بعض کہتے ہیں
نہیں دیکھا، اور یہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابن مسعودؓ،
حضرت ابی ہریرہؓ سے منقول ہے۔

رؤیت باری تعالٰے

فصل : اللہ تعالیٰ کی رؤیت خواب میں جائز اور واقع ہے، اور
بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کو نوجوان لڑکے کی
صورت میں دیکھا۔

ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے اُسے دیکھا اور سلف و خلف سے
کثیر لوگوں نے اسے نقل کیا اس سے مشاحت اور مشابہت لازم
نہیں، کیونکہ وہ قادر ہے، کہ جس مظہر میں چاہے ظہور کرے۔

ابن ہمام نے کہا! اگر اس حدیث کو خواب پر محمول کیا جائے تو
اس میں اشکال نہیں، اور اگر بیداری پر حمل کیا جائے تو یہ حجاب کی صورت
ہے علی قاری نے کہا یعنی صورت کی تجلی اور اللہ سبحانہ بحسب ذات
وصفات تجلیات کی انواع و اقسام ہیں اور وہ بحسب ذات جسم و صورت

جہات سے پاک ہے، اور اِس کے ساتھ آیاتِ متشابہات اور احادیثِ صفات میں اکثر شبہات حل ہو جاتے ہیں“

فصل جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو بیشک شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا۔ اِس کے ساتھ برابر ہے کہ دنیا میں یا آخرت میں اُن کے لئے حجاب کے ساتھ دیکھے، بعض نے کہا کہ جب اُن کی صورت میں دنیا میں دیکھا تو بے شک اُنہیں دیکھا،

حضورِ رسالتمآب کا دین

فصل ہمارے نبیِ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت خیرالاُمم، آپ کی شریعت اکمل الشرائع، آپ کا دین ناسخِ اِدیان ہے، اور اِس اُمت سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اَمر کے ساتھ قائم رہے گا، اُس کی رسوائی سے اس کا نقصان نہیں ہوگا اور یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا امر آجائے، اور یہی گروہ اصحابِ حدیث کا ہے، اللہ تعالیٰ اِن کو زیادہ کرے اور قائم رکھے، اور یہی نُصرت دیا گیا ناجی فرقہ ہے، جیسا کہ اِس کی تفسیر فرماتے ہوئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں، اور دوسری روایت میں ہے کہ [illegible]ی سُنت سے لوگوں کے فساد کی اصلاح کرتے ہیں، اور حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے صحابہ نہ حنفی تھے نہ شافعی بلکہ کتاب وسنت کے عامل تھے،

صحابہ کرامؓ کی شان

فصل تمام صحابہ خیر پر ہیں، نہ اُن کی ذات میں کلام کیا جاسکتا ہے

نہ اُن میں طعن کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی یہ کہا جائے کہ وہ معصوم ہیں بلکہ اُن کی بُرائی سے بچنا چاہیئے اور ہماری زبانیں اُن پر طعن سے پاک رہنی چاہییں، اور اِس میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اِس حدیث کی اتباع ہے، "کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمانہ بہترین زمانہ ہے پھر اس کے بعد کا اور پھر اِس کے بعد کا زمانہ، اور اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ملحقہ زمانے والے قرُون سابقہ والوں سے افضل ہوں اور یقیناً اِس اُمت کے بہت سے مُتاخرین عُلماء، علم و معرفت اور سُنت کی نشریات میں عوام صحابہ سے افضل ہیں، اور اِس امر کا کوئی عقلمند انکار نہیں کرتا اور اِس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے "میری اُمت کی مثال بارش کی سی ہے، اور میں نہیں جانتا کہ اِس کا اوّل بہتر ہے یا آخر" بہتر ہے ہمارے اصحاب میں سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! یقیناً ولی کو صحابی کا درجہ حاصل نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں یہ قول ہمارے اصحاب سے جمہور کا ہے، اور تحقیقی امر ہے کہ صحابی کو فضیلتِ صحبت حاصل ہے جو ولی کو حاصل نہیں، ولیکن یہ مُمکن ہے کہ بعض اولیاء عظام صحابہ کرام سے دُوسرے وجہ سے افضل ہوں، جو صحابی کو حاصل نہیں، جیسا کہ ابن سیرینؓ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ ہمارے امام مہدی علیہ السلام حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے افضل ہیں،

حدیث میں وارد ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا! تمہارے بعد ایامِ صبر میں صبر کرنے والوں کو تمہارے پچاس اشخاص کا اَجر دیا جائے گا اور جملہ کلام سے فضیلت سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں کثرتِ ثواب اور بلندیٔ درجات ہے، تو سوائے

شارع علیہ السلام کی نص صریح کے اس کو نہیں جانتا اور اگر اس سے مراد دوسری وجوہات ہیں جیسا کہ علم اور جمال و کمال اور شرافت اصل وغیرہ تو ان وجوہ کے ساتھ متاخرین متقدمین سے فائق ہو سکتے ہیں، اور جمیع وجوہ سے مطلقاً فضیلت باطل و عاطل ہے اور یہ بات کوئی عقلمند نہیں کہتا "۔

مقامات و کرامات اولیاء

فصل کرامات اولیاء حق ہیں، اور یہ خوارق عادت امور بغیر آلات و اسباب کی معاونت کے اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا ہے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اثبات اور تقویت کا باعث ہو، کیونکہ یہ نیک بندہ آپ کی اُمت کے افراد سے ہوگا، جب کہ معجزہ اور کرامت اور استدراج کے درمیان فرق ظاہر ہے، اور ہر وہ چیز جو نبی کے معجزہ سے جائز ہے وہ ولی کی کرامت سے جائز ہے "۔

ابن سبکی نے قشیری کی اتباع کرتے ہوئے کہا، یہ اس قسم سے نہیں ہے کہ بغیر باپ کے بیٹا اور جمادات بہیمہ کا پھرنا تو بیشک یہ کرامت نہ ہوگی، اور ولی وہ ہے، جو عارف باللہ ہو اور جب تو اُسے دیکھے تو تجھے خدا کی یاد آجائے، اور اُس میں اعتقادِ صحیح اور صالح عمل جمع ہوں اور ان دونوں میں سے کسی ایک سے خالی ہوگا تو وہ ولی نہیں، ہاں معصوم ہونا اولیاء کے لئے شرط نہیں اور جب اُن سے گناہ کا صدور ہوتا ہے تو وہ فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور معصیت پر اصرار نہیں کرتے، اور گناہ پر توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ انبیائے علیہم السلام معصوم ہیں اور اولیائے عظام محفوظ ہیں اور یہاں ولایت سے مراد ولایت خاصہ ہے جو مومنین سے کاملین کو حاصل ہوتی ہے، اور ولایت عامہ کے ساتھ ہر مومن ولی ہے، جس کا تقویٰ زیادہ ہوگا، اُس کی ولایت زیادہ ہوگی، اور ولایت کے لئے مخصوص لباس یا زینت کی شرط نہیں بلکہ اولیائے کرام اہل قرآن، اہلِ علم، اہل سیف اور اہل تجارت و زراعت و صنعت اُمت کی تمام اصناف میں پائے جاتے ہیں، اور ولی کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ کتاب وسنت کے علوم میں، عالم نحریر اور فاضل متبحر ہو، بلکہ اُسے کتاب وسنت کا بقدر ضرورت علم کافی ہے، یعنی اُس قدر کہ وُہ اپنے اعتقاد اور عمل کی اصلاح کر سکے، اور خود کو جہالت سے بچا سکے۔"

تقلیدِ جامد

اس لئے جاہل کا ولی ہونا مُمکن نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے دوست کو ہرگز جاہل نہیں رکھتا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! اگر علماء اللہ تعالےٰ کے ولی نہیں تو کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں۔"

اور ایسے ہی وُہ مقلد جو تقلید پر جامد ہے اور تعصب سے صحیح حدیث کا علم رکھنے کے باوجود اُسے چھوڑتا ہے اور اپنے امام کے قول کا اثبات کرتا ہے تو ایسے شخص کا ولی ہونا مُمکن نہیں،

اگرچہ وُہ ہوا میں اُڑتا ہو یا پانی پر چلتا ہو۔

بعض اولیاء نے کہا کہ مشرق و مغرب کے درمیان مذہب ابوحنیفہ پر کوئی ولی نہیں، تو اس سے اُس کی مراد ایسا ہی مقلد ہے۔ کیونکہ وُہ

فی الحقیقت اللہ اور رسول کا دشمن ہے، تو یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ و رسول کا دوست یا ولی ہو۔

مُخلص مقلّدین

رہے وہ مخلصین حنفی اور شافعی جو ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے طریق پر رہتے ہوئے صحیح حدیث کی اتباع کرتے ہوئے رائے اور قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، یہاں تک کہ ضعیف اور مرسل حدیث کو بھی چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اہلِ حدیث کی طرح ہیں کچھ اُن میں سے چلے گئے ہیں وہ اولیاء اللہ تھے اور کچھ اُن سے زندہ ہیں اُنہیں اللہ سبحانہ، کی معرفت حاصل تھی اور سچے ولی کی نشانی یہ ہے کہ جب تو اُس کے ساتھ بیٹھے تو اپنے دل میں انشراح و سرور، نور و ضیاء، دُنیا سے بے رغبتی اور عقبیٰ میں رغبت پائے اور مولیٰ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور جب تو اُن کے پیچھے نماز پڑھے تو تیرے نفس کو اللہ تعالیٰ کیلئے خشوع و خضوع حاصل ہو اور دوسری نشانی یہ ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی اغراض دُنیاوی کے لئے جھگڑا اور دشمنی نہیں کرتا بلکہ اُن کی محبت اور نفرت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگی، اُنہیں دُنیا کے کُتوں کے پاس راحت نہیں ملتی اور نہ ہی وہ اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کے فوائدِ دنیوی حاصل کرنے کی طرف راغب ہوتے ہیں ہاں بعض زندوں میں اہلِ دُنیا سے بچنے کے لئے اپنی ذات کو تکلیف دیتے ہیں اور وہ مظلوموں کو نقصان سے بچانا یا مومنوں سے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا یا دینِ متین کی نصرت کرنا اور کافروں فاجروں کی شوکت کو توڑنے کے لئے

ہوتا ہے،

شیخ الاسلام کی فارسی نظم

ہمارے شیخ و مرشد، شیخ الاسلام، قدوۃ الانام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری ہروی اولیاء اللہ کی صفات کو فارسی زبان میں ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،"

مرحبا قومے کہ داد بندگی را دادہ اند — ترک دنیا کردہ اند واز ہمہ آزادہ اند

روز ہا با روز با بنشستہ اند رگوشہا — باز شب با در مقام بندگی استادہ اند

نفس خود را کردہ رُوح و رُوح را دادہ فتوح — زاد تقویٰ بر گرفتہ بہر مرگ استادہ اند

طرفۃ العینی نبُودہ غافل از حضرت دمے — سیل ہا باایں ہمہ از دیدہا بکشادہ اند

یکزماں از نوحہ ہم چوں نُوح غافل نیستند — ہمچو یحیٰ گوئیا از بہر زاری زادہ اند

زاب و تاب تب الی اللہ غسل کردہ در جہاں — رُوئے را بر خاک پاک اسجد وا بنہادہ اند

لاجتے دیدند و ذوقے یافتند از اُنس اُو — روز و شب در کنج خلوت بر سر سجادہ اند

رَبنا گوئیند از اں لبیک عبدی بشنوند — جُملہ سرمست الست از جرعۂ ایں بادہ نو

تا بدُنیا آمدند از کلبۂ کنتم عدم! — سُوئے حضرت جز نیاز و نالہ نفرستادہ اند

پیر انصار تو میدانی کہ ایشاں کیستند
فرقۂ بے گرد فراز زمرۂ دل سادہ اند

ترجمہ! مرحبا! وہ لوگ جو دادِ بندگی دیتے ہوئے دُنیا کو ترک کر دیتے ہیں اور سب سے آزاد ہو جاتے ہیں۔"

دنوں کے ساتھ دن کو گوشوں میں بیٹھ جاتے ہیں پھر راتوں کو مقامِ بندگی پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وُہ اپنے نفس کو رُوح کر لیتے ہیں اور رُوح کو فتوح دیتے ہوئے تقوٰے کو زیادہ کرتے ہیں اور موت کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایک لحظہ کو غافل نہیں ہوتے اور اِن سب کی آنکھوں سے سیل اشک جاری رہتا ہے۔"

حضرت یحیٰ علیہ السلام کی طرح گریہ کناں رہتے ہیں اور ہر حضرت نُوح علیہ السلام کی طرح ہر وقت نوحہ زن رہتے ہیں۔"

وُہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف کوشش کے پانی سے غُسل کرتے ہیں اور اُسجدوا کی خاک پاک پر سر بسجُود ہو جاتے ہیں۔

وُہ اُس کے اُنس سے ایک راحت دیکھتے ہیں اور ایک ذوق پاتے ہیں اُن کا سر گوشہ تنہائی میں روز و شب مُصَلّٰی پر رکھا رہتا ہے،

وُہ اے ہمارے پروردگار کہتے ہیں اور اے میرے بندے لبیک کی آواز سُنتے ہیں وُہ اِس جام کے ایک گھُونٹ سے سرمستِ الست ہیں،

وُہ جب سے عدم کے مخفی مکان سے دُنیا میں آئے ہیں حضُورِ حق تعالیٰ میں سوائے نیاز و نالہ کے کچھ نہیں بھیجتے۔

اے پیر انصاری تو کیا جانتا ہے! وُہ کون ہیں یہ سادہ دِلاں کے زمرہ سے کرّ و فر اور شان شوکت نہ رکھنے والا فرقہ ہے۔"

ولایت کے لئے صدورِ کرامت کی شرط نہیں بلکہ شریعتِ مُطہرہ پر استقامت کرامت سے اُوپر ہے۔

خلافت راشدہ اور بادشاہی

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت ابوبکر

پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہیں اور اس کے ساتھ ہی خلافت کا تیس سالہ دور ختم ہو جاتا ہے، معاویہ اور اُن کے بعد آنے والے بادشاہ ہیں خلفاء نہیں اور اس میں ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ حضرت علی کے فوت ہو جانے اور حضرت حسن بن علی کے خلع کے بعد معاویہ کی خلافت درست ثابت ہے شائد خلافت سے اُنکی مراد حکومت ہے کیونکہ یہ امر حدیث کی نص سے ظاہر ہے کہ حضرت حسن بن علی کے بعد ملک عضوض ہوگا، اس لئے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنو امیہ کو دیکھنے سے غمناک ہو جاتے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ جَاہِدُوا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ بنو امیہ اور بنو مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور کہا کہ بنو امیہ اور اور بنو مغیرہ دونوں ہی قریش میں سے فاجر تھے تو اُن کی خلاف شرع حکومت خلافت کیسے ہو سکتی ہے، اور میں نہیں جانتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں ان پانچوں میں کس کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے۔"

مسئلہ تفضیل

ہمارے سردار حضرت علی اور ہمارے امام حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے مناقب و فضائل بہت زیادہ ہیں، اور دونوں ہی صحبت کی فضیلت اور اشتراک اہلبیت کی فضیلت کے جامع ہیں یہ قول محققین کا ہے اور بہت سے اہلسنت کہتے ہیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد افضل الناس ابوبکر پھر عمر

پھر عثمان پھر علی یا پھر علی اور پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اِس امر پر شارع علیہ السلام سے کوئی دلیل قطعی نہیں اور نہ ہی اِس پر قطعی اجماع ہے بلکہ اجماع ظنّی ہے تو اِس میں اختلاف سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا بیشک اِس پر حضرت ابنِ عمرؓ کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور وُہ بعض کے نزدیک متروک ہے اور اُس کا بزار کی اُس روایت سے عارضہ ہے جو اُنہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے نقل کی یہ روایت ابن عمر کی روایت پر فوقیت رکھتی ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحبتِ رسُول اور اجتہاد فی الدین میں ابن عمر پر سبقت رکھتے ہیں، اور حضرت علیؓ کے اِس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ جو مجھے ابو بکر پر فضیلت دے گا میں اُسے تہمت لگانے والے کی مقدار کوڑے لگاؤں گا اور یہ ہمارے لئے حجت ہے نہ کہ اُن کے لئے اور اُن کا یہ قول کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خیر الناس ابو بکر پھر عمرؓ ہیں اور میں مومنوں سے ایک فرد ہُوں ؟

ہم کہتے ہیں کہ اُن کا یہ فرمان تواضع پر محمُول ہوگا کیونکہ کوئی شخص اپنی مدح سرائی خود نہیں کرتا اِس پر ابن عساکر کی بیان کردہ حضرت امام حسین بن علی کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ سے پُوچھا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خیر الناس کون ہے؟ اُنہوں نے فرمایا آپ کا باپ پھر یہی سوال حضرت علیؓ سے کیا تو اُنہوں نے فرمایا ! ابُو بکر۔

مسئلہ تفضیل ظنّی ہے یا قطعی

اِن فضیلت دینے والوں پر تعجب ہے کہ خود ہی قطعیت سے

مقرر کرتے ہیں کہ باب الاعتقادیات میں ظنیات کا اعتبار نہیں اور پھر خود ہی اس مسئلہ میں اسے توڑ دیتے ہیں اور ضعیف و موقوف روایات سے تمسک کرتے ہیں اور اس باب میں ہمارے شیخ ولی اللہ دہلوی نے ایک طویل کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ازالۃ الخفاء عن خلافت الخفاء ہے مگر تفضیل پر اُس کتاب میں ایک بھی قطعی دلیل نہیں دی اور اُس میں سب کا سب اپنا گمان و خرص اور تخیل بیان کیا ہے اور میں نے اُسے اس مقام پر نہیں پایا اور اس میں وُسعت کے ساتھ کلام کرنے کی گنجائش ہے، امام حرمین نے کہا چاروں خلفاء کرام میں ایک دُوسرے کی فضیلت پر قطعی دلیل نہیں قائم کی جا سکتی اور اس کے ساتھ جو بھی تمسک کرتے ہیں وُہ ظنی ہے، ہمارے ساتھیوں میں سے سبکؔ نے کہا اس فضیلت میں جمیع وجوہ سے فضیلت کے معنی نہیں پائے جاتے انتھٰی

اپنی اپنی فضیلت

حق یہ ہے کہ فضیلت کی جہات مختلف ہیں اور ان سے ہر ایک کی خاص جہت سے فضیلت ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق الاسلام ہونے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں طویل صحبت میسّر آنے کی وجہ سے افضل ہیں،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہری سیاست میں جید رائے رکھنے، اشاعت اسلام، جلادتِ قلب اور حکومت کا نظم و نسق درست رکھنے کی وجہ سے افضل ہیں،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالی امداد دینے، حیلم و حلم

رکھنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے افضل ہیں کہ اُن کے گھر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں اور اُنہوں نے ذوالنورین کا لقب پایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قربِ قرابت رکھنے اور جنگوں میں دادِ شجاعت دینے کی وجہ سے افضل ہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا اور محبوب ہونے کی وجہ سے اُن میں افضل ہیں"

ہم یہ نہیں کہتے کہ شیخین کرام کی تفضیل امارات اہلسنت سے مجمع علیہ مقرر ہوئی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ دعویٰ اجماع غیر مُسَلّم ہے، اور ایک کا اختلاف کثرت کے اختلاف کے مترادف ہے علاوہ ازیں اجماع کیلئے مستند لازم ہے اور یہاں مستند کہاں ہے؟ اور سیدنا ابُوبکر و عُمر کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں حضرت علی کے حق میں بھی وارد ہوئی ہیں بلکہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں ان سے بھی زیادہ اور ارفع احادیث وارد ہوئی ہیں"

ہم تفضیلی نہیں

جو ہماری طرف یہ منسوب کرتا ہے کہ اصحابِ حدیث تفضیلی ہیں وہ کذاب و مفتری ہے بلکہ وہ خود تفضیلی، غالی اور ناصبی ہے ایسے ہی وہ ہماری طرف تجسیم و تشبیہ اور حشویہ کی نسبت کرتا ہے وہ جھوٹا اور افتراء پرداز ہے بلکہ وہ نافی معطل جہمی ہے اللہ تعالےٰ اُسے دنیا و آخرت

میں رُوسیاہ کرے۔

قریشی امام کا تعین ضروری ہے

مُسلمانوں پر واجب ہے کہ وُہ قریشی امام کا تعین کریں جس کے ذمہ یہ امور ہوں کہ وُہ احکام نافذ کرے شرعی حدود اور سرحد کی حدود قائم کرے لشکروں کا سامان اور آلاتِ حرب تیار کروائے۔ قلعوں کو مضبوط کرے، بہترین اسلحہ سے مُسلّح افواج بنائے، ڈاکوؤں اور لٹیروں پر غلبہ حاصل کرے۔ لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کو نپٹائے، فساد و بغاوت کا قلع قمع کرے، شہروں میں امن قائم کرے، شرعی سیاست اور عوام کی راحت کا سامان مُہیا کرے، جن عورتوں کے ولی نہ ہوں اُن کے نکاح کا بندوبست کرے، غنیمتوں کا مال تقسیم کرے، مالداروں سے زکواۃ صدقات وصُول کر کے فقراء و مساکین میں تقسیم کرے، مُسلمانوں کے یتیم اور مسکین بچوں کی تربیت و کفالت کرے، بیوگان اور معذوروں کے نان نفقہ کا انتظام کرے، کفّار و مشرکین مُلحدین کے شبہات کا ابطال کرے اللہ تبارک و تعالےٰ کی کتاب اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی سُنت کی اشاعت کرے، دینِ متین کی نصرت کے لئے واعظین کو مُشرکین کے شہروں میں بھیجے پھر اگر وُہ اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے پر رضامند نہ ہو تو اُن کے ساتھ قیامت تک تلواروں اور بندوقوں سے جہاد اور دفاع کیا جائے اور حق یہ ہے کہ امام ظاہر ہو نہ کہ چھُپا ہوا اور مُنتظر اور ضروری ہے کہ وُہ قریش میں سے ہو اور اِن کے علاوہ جائز نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت زید بن زین العابدین

بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نصرت اور انہیں مال پیش کرنے کے واجب ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور اُن کے ساتھ ہشام بن عبد الملک مروانی پر چڑھائی کی تھی جو غالب آنے والا چور تھا اور خود کو امام اور خلیفہ کہتا تھا حالانکہ وہ قریشی تھا اور حنفیوں کے انصاف سے مجرد ہونے پر تعجب ہے کہ یہ ترکی، قاچاری افغانی اور مُغل کی امامت کو کیسے تسلیم کرتے ہیں حالانکہ صحیح حدیث میں وارد ہُوا ہے کہ امام قریش سے ہونگے اور یہ امر قریش میں ہمیشہ رہے گا اور اِس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے۔

حبشی غلام خلیفہ نہیں عامل ہوگا

رہا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ اگر تم پر حبشی غلام کو بھی عامل بنا دیا جائے تو اُس کی اطاعت کرو تو اِس سے یہ مُراد نہیں کہ وُہ غلام خلیفہ ہوگا بلکہ اِس سے یہ مُراد ہے کہ وُہ غلام خلیفہ کی طرف سے گورنر مقرر ہوگا چنانچہ گورنر کی اطاعت میں کوئی تنازعہ نہیں کیونکہ تنازعہ خلیفہ کے ساتھ ہے اور یہ شرط نہیں کہ وُہ معصوم ہو یا بنی ہاشم یا بنی فاطمہؓ سے ہو ہاں! بنی فاطمہؑ سے ہونے والا خلیفہ افضل ہوگا اور اہلِ زمانہ سے افضل نہیں ہوگا اور شرط ہے کہ وُہ مُطلقاً اہلِ ولایت صاحبانِ قوت و اقتدار سے ہو جو احکام کو نافذ کر سکے، حدودِ اسلام کی نگہبانی کر سکے، طاقتوروں کے ظُلم سے کمزوروں کو بچا سکے، اور سرکشوں اور ظالموں کا اِستیصال کر سکے۔ اور اُس پر ظُلم اور گناہ کے ساتھ خروج جائز نہیں جب تک وُہ نماز ترک نہ کرے اور علماء و عقلاء اور اہل [illegible] کے ساتھ مشورہ کرتا رہے اور شعائر [illegible]ین سے نکل نہ جائے اور نہ ہی فسق و فجور

میں مسلمانوں کے اموال ضائع کرے، پس اگر وہ کوئی ایسا کام کرتا ہے تو اُس کی بیعت سے نکلنا اور اُس پر چڑھائی کرنا ضروری ہے۔

یزید پر لعنت

اللہ تعالےٰ کی یزید پر لعنت ہو ہمارے امام حسین ابن علی علیہما السلام اُس کے خلاف نکلے اور آپ اُس کی بیعت میں داخل نہ تھے اور ایسے ہی

نے بے شک ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل نے اُس پر لعنت کی ہے اور ایسے ہی ہمارے ساتھیوں سے ابن جوزی نے سلف سے اُس پر لعنت کا جواز پیش کیا ہے اور غزالی نے لعنت سے منع کیا ہے اور یہ اُسکی زبردستی ہے اور اُس نے اللہ تعالےٰ کے اِس ارشاد پر توجہ نہیں کی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اُن پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اُن کیلئے المناک عذاب کا وعدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل و اقربا کو قتل کرنا اور آپکی حرمت کی توہین کرنا اور اہل مدینہ کو قتل کروانا آپکو بہت بڑی ایذاء دینا ہے یزید کا ان امور کا حکم دینا اور اِن پر خوش ہونا تواتر سے ثابت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور روایت آئی ہے کہ یزید لعنۃ اللہ نے کہا لیت اشیاخی ببدر شھدوا، یعنی کاش میرے بدر کے بزرگ موجود ہوتے حالانکہ یہ بنو خزرج نے مسلمان ہونے کی صورت میں کہا تھا قد قتلنا القوم من ساداتھم وعدلناہ ببدر فاعتدل، بے شک ہم نے اُن کے سرداروں کے گروہ کو قتل کیا اور ہم نے اُسکے ساتھ بدر میں انصاف کیا تو یہ عدل ہے، اگر یہ روایت درست ہے تو یزید کا "بدر میں قتل ہونے والے اپنے بڑوں کا حوالہ دینا ہی" اُسکے کفر و الحاد کے لئے کافی ہے۔ مؤلف

بہت سے اہلِ مدینہ نے اُس کی بیعت کی تھی مگر جب اُنہوں نے اُس کے فسق و فجور اور الحاد کو دیکھا جیسا کہ شراب و زنا وغیرہ کو حلال کرنا تو اُس کی بیعت توڑ دی اور امام حسین علیہ السلام نے اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اقامتِ شرعِ متین کے لئے اپنی جان کو نثار کر دیا اور آپ سید الشہداء اور صدیق ہیں چنانچہ جو شخص حضرت امام حسین کی شہادت کا انکار کرتا ہے اور آپ کو باغی کہتا ہے تو وُہ خطائے فاحش کرتا ہے "

فاجر امیر کی اقتداء میں حج و نماز

فصل: حج اور جہاد ہر امام یا اُس کے نائب کے ساتھ یا ہر مسلمان بادشاہ یا اُس کے نائب کے ساتھ قیامت تک ہو سکتا ہے خواہ وُہ قریشی نہ ہو اور نیک ہو یا فاجر ایسے ہی اُس کے پیچھے جمعہ اور عید کی نمازیں اور دیگر تمام نمازیں جائز ہیں اگرچہ بہترین اقتداء امام متورع کے ساتھ ہے اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا کراہت پر محمول ہو گا بشرطیکہ اُس کی بدعت کُفر تک نہ پہنچی ہو اگر کفر تک پہنچ گئی ہے تو اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں ایسے ہی ہر نیک اور فاجر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے سوائے غالی اور خود کشی کرنے والے اور شہید کے۔

اور مسلمانوں پر مسلمان بادشاہ کی نصرت کرنا واجب ہے اگرچہ وُہ قریشی نہ ہو اور اُن سے دُور دراز کے علاقہ میں رہتا ہو جب کہ اُن سے کفار پر مدد طلب کی جائے یا اُس پر کافروں کے غلبے کا خوف ہو سوائے اس کے کہ جب قریشی خلافت کے ساتھ قائم ہو تو اُن پر غیرِ قریشی کو چھوڑنا واجب ہے اور قریشی کے پرچم تلے جمع ہو کر اُس کی بیعت کرنا

اور اُس کا حکم ماننا ہوگا۔

صحابہ کی باہمی افضیلت اور اُن کے بارے عقیدہ

فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے دوستی اور اُن سے محبت کرنا چاہیئے ان کے محاسن کا تذکرہ چاہیئے اُن پر رحم کھانا چاہیئے اور اُن کے لئے استغفار کریں اور اُن کی بُرائی اور آپس کے مشاجرات کے معاملہ میں زبان کو روکیں اور اُن کی فضیلت اور اسلام کی معرفت میں سبقت کا اعتقاد رکھیں اور اُن کے حقوق کا اعتراف کریں اور دین میں اُن کی کوششوں کا شکریہ ادا کریں اور اُن میں سے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ اور جنگ کرنے والے فتح مکہ کے بعد خرچ اور قتال کرنے والوں سے افضل ہیں اور یہ امر قرآن مجید سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے اور دُوسرے صحابہ پر اہلِ بدر کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ صحیح سے ثابت ہے اور ان دو کے علاوہ تفضیلات ظنیہ قیاسیہ سے ہے یا صحابہ کرام سے منقول ہیں اور ان میں سے بعض ظنی اور سکُوتی اجماع کے ساتھ اجماعیہ ہیں جیسا کہ یہ اجماع ہے کہ خلفاء باقی عشرہ مبشرہ پر اور عشرہ مبشرہ باقی اہل بدر سے پہلے مہاجرین پر اور مہاجرین انصار پر فضیلت رکھتے ہیں، پھر اُحد والوں کی تفضیل ہے پھر بیعت رضوان والوں کی اُن پر فضیلت ہے۔

ہاں! عشرہؓ مبشرہ حضرت فاطمہؑ، حضرت خدیجہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس، حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت بلالؓ، حضرت حارثہؓ، حضرت سراقہؓ کے بارے میں جنتی ہونے کی گواہی

ہے جیسا کہ شارع علیہ السلام کی نص ہے، اور ایسے ہی تمام بیعت رضوان والے اور اہل بدر ہیں ان کے علاوہ شارع علیہ السلام سے کسی کے لئے قطعی جنتی ہونے کی بشارت نہیں یا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو اور اس کی اصل حضرت عثمان بن مظعون کی حدیث میں ہے، اور اگر ہم کہیں کہ یہ ہمارا گمان ہے تو اس میں مشاحت نہیں اور اس پر ہی اُسے محمول کیا جائے گا"

جو ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے بارے میں محبوب سبحانی اور قطب ربانی کہا جاتا ہے اور ہمارے بعض ساتھیوں نے اس قسم کے القاب کا انکار کیا ہے مگر کتاب وسنت کی دلیل کے ساتھ اور وہ درست ہے اور صحابہ کی اولاد کے بارے میں اختلاف ہے اور درست یہ ہے کہ اُن کی افضیلت علم وتقویٰ کی بنا پر ہے اور بعض نے کہا! سیدہ فاطمۃ الزہرا کی اولاد کے علاوہ صحابہ کی باقی اولاد کی فضیلت اپنے باپوں کی فضیلت کے مطابق ہے تو بیشک سیدہ فاطمہؓ کی اولاد حضرت ابوبکر وعمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولادوں سے افضل ہے"

اہلحدیث اور اہلبیت رسول

فصل: اہل حدیث شیعان علی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت سے دوستی اور محبت کرتے ہیں اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس وصیت کو یاد رکھتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا"

اور اُس کا حکم ماننا ہوگا۔

صحابہ کی باہمی افضیلت اور اُن کے بارے عقیدہ

فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے دوستی اور اُن سے محبت کرنا چاہیئے ان کے محاسن کا تذکرہ چاہیئے اُن پر رحم کھانا چاہیئے اور اُن کے لئے استغفار کریں اور اُن کی بُرائی اور آپس کے مشاجرات کے معاملہ میں زبان کو روکیں اور اُن کی فضیلت اور اسلام کی معرفت میں سبقت کا اعتقاد رکھیں اور اُن کے حقوق کا اعتراف کریں اور دین میں اُن کی کوششوں کا شکریہ ادا کریں اور اُن میں سے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ اور جنگ کرنے والے فتح مکہ کے بعد خرچ اور قتال کرنے والوں سے افضل ہیں اور یہ امر قرآن مجید سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے اور دوسرے صحابہ پر اہلِ بدر کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ صحیح سے ثابت ہے اور ان دو کے علاوہ تفضیلات ظنّیہ قیاسیہ سے ہے یا صحابہ کرام سے منقول ہیں اور ان میں سے بعض ظنی اور سکوتی اجماع کے ساتھ اجماعیہ ہیں جیسا کہ یہ اجماع ہے کہ خلفاء باقی عشرہ مبشرہ پر اور عشرہ مبشرہ باقی اہل بدر سے پہلے مہاجرین پر اور مہاجرین انصار پر فضیلت رکھتے ہیں، پھر اُحد والوں کی تفضیل ہے پھر بیعت رضوان والوں کی اُن پر فضیلت ہے۔

ہاں! عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ علیہا السلام، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن علیہ السلام، حضرت حسین علیہ السلام، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنتی ہونے کی گواہی

ہے جیسا کہ شارع علیہ السلام کی نص ہے، اور ایسے ہی تمام بیعت رضوان والے اور اہل بدر ہیں ان کے علاوہ شارع علیہ السلام سے کسی کے لئے قطعی جنتی ہونے کی بشارت نہیں یا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو اور اس کی اصل حضرت عثمان بن مظعون کی حدیث میں ہے، اور اگر ہم کہیں کہ یہ ہمارا گمان ہے تو اس میں مشاحت نہیں اور اس پر ہی اُسے محمول کیا جائے گا۔"

تو ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے بارے میں محبوب سبحانی اور قطب ربانی کہا جاتا ہے اور ہمارے بعض ساتھیوں نے اس قسم کے القاب کا انکار کیا ہے مگر کتاب وسنت کی دلیل کے ساتھ اور وہ درست ہے اور صحابہ کی اولاد کے بارے میں اختلاف ہے اور درست یہ ہے کہ اُن کی افضلیت علم و تقویٰ کی بنا پر ہے اور بعض نے کہا! سیدہ فاطمۃ الزہرا کی اولاد کے علاوہ صحابہ کی باقی اولاد کی فضیلت اپنے باپوں کی فضیلت کے مطابق ہے تو بیشک سیدہ فاطمہؓ کی اولاد حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولادوں سے افضل ہے۔"

اہلحدیث اور اہلبیت رسول

فصل! اہل حدیث شیعان علی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت سے دوستی اور محبت کرتے ہیں اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس وصیت کو یاد رکھتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا۔"

میرے اہلبیت کے حق میں خدا کو یاد کرو اور میں تم میں دو بھاری چیزیں کتاب اللہ اور عترت و اہلبیت کو چھوڑ رہا ہوں"

اہلحدیث مسائل قیاسیہ میں اہل بیت کے قول کو دوسروں کے قول پر ترجیح دیتے ہیں اور ہمارے زمانے میں مولٰنا محدث شیخ حسن زماں نے اہل بیت کی فقہ میں ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام اُحیاء المیت ہے،

اہلبیت کون ہیں

اہل بیت حضرت علیؑ حضرت حسنؑ حضرت حسینؑ حضرت فاطمہؑ اور اولاد فاطمہؑ اور قیامت تک اُن کی اولاد کی اولاد ہے، بعض نے کہا حضرت عقیلؓ اور حضرت جعفرؓ کی اولاد بھی اہلبیت ہے جب کہ بعض نے کہا حضرت عباس کی اولاد بھی اور بعض کہا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اہلبیت ہیں،

ازواجِ مطہرات کا مقام

ایسے ہی اہل حدیث ازواجِ رسولؐ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے محبت کرتے ہیں وُہ سب کی سب مومنہ ہیں اور دنیا و آخرت میں آپ کی ازواج ہیں اور اِن میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی تخصیص کرتے ہیں کیونکہ وُہ آپ کی اکثر اولاد کی والدہ ہیں اور آپ پر سب سے پہلے اسلام لائیں اور آپ کے امر پر بنفسہ اپنے مال اور رائے سے مدد کی۔ اور اِس سے اُن کا مقام بلند ہے اور صدیقہ بنتِ صدیق آپ کو تمام ازواج سے زیادہ محبوب ہیں اور اللہ سبحانہ نے اُن کی برائت میں

متعدد آیات نازل فرمائی ہیں اور لوگوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ کی آپس میں افضیلت کا اختلاف ہے اور ایسے ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی افضیلت کا اختلاف ہے راجح قول یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا ہیں اور مریم بنت عمران کے بعد جنت کی عورتوں کی سردار ہیں دونوں جہان کی عورتوں سے کوئی بھی اُن کے برابر نہیں چنانچہ آپ سب سے افضل ہیں اِن کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہن ہیں ۔

توحید ورسالت

فصل : اہل حدیث وہ ہیں جو تفضیل کے باب میں میزان کے ساتھ قائم ہیں وہ کسی مقام پر افراط وتفریط اور کمی زیادتی نہیں کرتے چنانچہ وہ پہلا مرتبہ الوہیت وربوبیت کا قرار دیتے ہیں اور اِس میں کسی کو اللہ کا شریک نہیں کرتے ۔

پھر تمام مخلوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس اعتراف کے ساتھ افضل تسلیم کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں چنانچہ جب آپ کو اللہ کا بندہ کہا جاتا تو آپ بے حد خوشی کا اظہار فرماتے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں عظیم ترین مرتبہ عبودیت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ

مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے

النسا آیت ۱۷۲

اور حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا تطرونی کما اطرات النصاریٰ انما انا عبد اللہ ورسولہ

یعنی مجھے نصاریٰ کی طرح نہ پوجنا بیشک میں اللہ کا بندہ اور اُسکا رسُول ہُوں

دُوسری حدیث میں انکسار کے طور پر اپنے حق میں لفظ سید کہنے سے منع فرمایا اور باوجود سید العالمین ہونے کے شرک کے دروازے بند کرنے کے لئے آپ نے فرمایا سید اللہ تعالیٰ ہے۔

ایک شخص نے کہا! اللہ چاہے اور آپ چاہیں تو آپ نے اُسے فرمایا تو مجھے اللہ کی ند مقرر کرتا ہے؟ اور فرمایا میں نہیں چاہتا کہ مجھے میرے اُس مقام سے بلند کیا جائے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے لئے نازل فرمایا ہے، میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسُول ہُوں اور اُسے فرمایا تو میرا بھائی ہے،

پس فرمایا اُن کی بات تمہارے قول یا تمہارے بعض اقوال کی مثل کرتے ہیں اور تمہارے درمیان دوکنارے جاری نہیں۔

رہا جہلاء، صُوفیہ اور عوام کا قبروں کی عبادت کرنا اور مولودیت تو وُہ نہ تو حدیث رسُولؐ کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہیں اور نہ ہی مرتبہ الوہیت کا لحاظ کرتے ہیں۔

حضُور بڑے بھائی ہیں اور باپ ہیں

پس ایک مرتبہ اس پر انکار کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کہا جاتا ہے کہ وُہ ہمارے بڑے بھائی ہیں یا ہمارے باپ

ہیں باوجود اس کے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام کے حق میں بھائی کا لفظ استعمال کیا ہے پس فرمایا!

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا[1] — اور عاد کی طرف اُنکے ہم قوم ہود کو

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا[2] — اور ثمود کی طرف اُنکے ہم قوم صالح کو

اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے جیساکہ ابھی بیان ہوا اور آپ نے فرمایا! اپنے بھائی کا اکرام کرو جب کہ اِس سے آپ کی اپنی ذات مُراد ہے، اور فرمایا! ہم نے اپنے بھائیوں کو دیکھا اور آپ نے حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھائی کہہ کر مخاطب کیا

حضرت ابن عباس اور ابی نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد، وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ کے بعد وَهُوَ أَبُوهُمْ "پڑھا یعنی آپؐ کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں اور آپ مومنوں کے باپ ہیں"

نیز رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں تمہارے لئے ایسے ہُوں جیسے اپنے بیٹے کے لئے باپ ہوتا ہے۔

جھوٹی افواہیں

کبھی اُن کی بڑی بڑی افواہوں سے یہ جھُوٹی افواہ ہوتی ہے جس کے لئے کہتے ہیں "محمد اللہ" اور وُہ جس کے لئے کہتے ہیں "اللہ ھُو محمد اللہ" کی طرف اِس جہل سے شکایت ہے، کہاں ہر چیز کا خالق و مالک اللہ سبحانہ کہاں اُس کی مخلوق اور بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کبھی کہتے ہیں

---

[1] ہود آیت ۵۰ [2] ہود آیت ۶۰

احمد بلا میم اور عرب بلا عین اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح
اُن مدائح سے کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں "

اور سُوئے ادب کرتے ہوئے اُس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ،
اللہ تعالیٰ ہمیں اِن کفریات وسخریات سے پناہ میں رکھے "

کہ کیا اللہ تعالیٰ سے اور اُس کی آیات سے اور اُس کے رسُول سے
انکار کرتے ہوئے تم اُس کا مذاق اڑاتے ہو تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہو
گا بیشک تم ایمان لانے کے بعد اُن کی طرح کفر کرتے ہو جو حقیقی کافر ہیں
اگرچہ اسلام کا دعویٰ کریں اور زبان سے اِس کی گواہی دیں یہ لوگ مُرتدین
کے حکم میں ہیں اگر توبہ کر لیں تو فبہا ورنہ قتل کر دیئے جائیں اِن کے قتل پر
اجرِ عظیم ہے کسی نے فارسی زبان میں کہا "

گر حفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی

پس معبود معبود ہے اور نبی نبی کہاں رب کہاں بندہ اور تراب
رب الارباب سے کہاں ہے ، اور مجتہد مجتہد ہے اور نبی کا خادم اور
اُن کی نعلین پاک اُٹھانے والا تو خادم مخدوم سے کہاں ہے اگرچہ ساری
زمین کے مجتہد کسی قول پر جمع ہو جائیں اور نبی علیہ السلام کے قول کے
خلاف کہے ، پس نبی کریم کا قول اور اُس کے خلاف مجتہدین کا قول ایسے
ہے جیسے گوزِ شتر اور گدھے کا رینگنا ہے " اہلحدیث رافضیوں کی خرافات
سے بری ہیں جو صحابہ سے بُغض رکھتے ہیں اور اُن کی طرف بُرائیاں
منسوب کرتے ہیں "

اہلحدیث خارجی نہیں ہیں

اور ایسے ہی اہلِ حدیث خارجیوں اور ناصبیوں کے طریق سے

بری ہیں جو اہلبیت کرام اور ائمہ اطہار سے بغض رکھتے ہیں پس اُن کا طریق اسی طریقہ کی مثل اور جادۂ فضل ہے "

اُن کی اُن سے صُلح ہے جن کی اہلبیت سے صلح ہے اور اُن سے جنگ ہے جن کی اہل بیت سے جنگ ہے اور اگر سیدنا علی اور معاویہ کے درمیان ہمارے زمانے میں جنگ ہوتی تو ہم حضرت علی کے ساتھ ہوتے اور پھر اُن کے بعد اپنے امام حضرت حسن بن علی کے ساتھ اور پھر اُن کے بعد اپنے امام حضرت حسین بن علی کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام حضرت جعفر بن محمد صادق کے ساتھ پھر اپنے امام حضرت علی بن محمد ہادی تقی کے ساتھ پھر اپنے امام حضرت حسن بن علی عسکری نقی کے ساتھ ہوتے، پھر اگر ہم باقی رہے تو انشا اللہ العزیز اپنے امام حضرت محمد بن عبداللہ مہدی فاطمی منتظر کے ساتھ ہونگے۔ فی الحقیقت یہی بارہ امام امیر ہیں، ان پر سید المرسلین کی خلافت اور دین متین کی ریاست منتہی ہوتی ہے اور یہی آسمانِ ایمان ویقین کے آفتاب ہیں "

رہے بنو امیہ اور بنو عباس کے بادشاہ تو وہ دین کے امام نہیں بلکہ اُن میں سے جوری غالب آنے والے تھے جنہوں نے مسلمانوں کا خون بہایا اور زمین کو ظلم و جور اور سرکشی سے بھر دیا جیسا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ میں زمین عدل و انصاف اور نور و ایمان سے بھر گئی تھی "

الٰہی ہمارا حشر انہی ائمہ اثناء عشر کے ساتھ کرنا اور یوم نشر تک انہی کی محبت پر ثابت رکھ۔

اہلحدیث مقلد اور رافضی نہیں

اہل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وصیت پر قائم ہیں کہ میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور میری سُنت یا میری عترت پس مقلدین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت اور سُنت کو چھوڑ کر ابوحنیفہ، شافعی اور مالک سے تمسک شروع کر دیا اور اُنہیں انبیائے کرام کی طرح معصوم عن الخطاء قرار دے دیا اور اُس وقت کلمۂ کفر یہ کہ دیتے ہیں جب کہتے ہیں ہمیں قَالَ قَالَ نہیں پہنچا و لیکن قال ابوحنیفہ اور قَال کیدانی پہنچا ہے ان میں سے تشہد میں اُنگلی اُٹھانے کی حرمت ہے جیسا کہ اہل حدیث سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت مقرر کرتے ہیں اور یہ لوگ اہل حدیث کی اہانت کرتے ہیں۔"

اور رافضی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہر سُنت کو چھوڑ کر اہل بیت سے تمسک کرتے ہیں اور اصحاب رسول پر طعن کرتے ہیں ایسے ہی ناصبی عترتِ رسول کو چھوڑ کر اُن کا انکار کرتے ہیں تو یہ لوگوں میں خبیث ترین ہیں اور شیطان کی اتباع کرنے والے ہیں۔"

فضیلت کی درجہ بندی

فصلے! ہم صحابہ کرامؓ کو معصوم نہیں کہتے بلکہ اُن سے گناہوں کا صدور جائز ہے لیکن اُنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی مدد کی اور اعلاء کلمۃ اللہ اور حمایتِ رسول میں اپنی جانیں اور اپنے مال نثار کر دیئے اگر اُن سے گناہ بھی صادر ہو تو ہم اُن کی بخشش کے اُمیدوار ہیں، اور

خطائے اجتہادی گناہ نہیں بلکہ نصِ حدیث سے مجتہد کو غلطی پر نیکی ملے گی،
صحابہ کرامؓ انبیاءِ کرام کے بعد خیرِ خلائق ہیں اور سلسلہ وار اولیاء و اصفیاء
ہیں۔ اِن کے بعد تابعین ہیں جن میں یہ لوگ دُوسرے تابعین سے بہتر ہیں
حضرت امام زین العابدین علی بن حسین امام محمد باقر، حضرت زید بن زین العابدین
حضرت محمد بن حنیفہ، حضرت امام جعفر صادق اِن کے بعد دُوسرے تابعین ہیں
جن میں حضرت اویس قرنی خیر التابعین ہیں بعض نے حضرت سعید بن مسیب
اور بعض نے حضرت حسن بصری کو خیر التابعین کہا ہے، پھر اِن کے بعد
تبع تابعین میں اہلبیت کے افراد ہیں اُن کے بعد دُوسرے تبع تابعین کا
درجہ ہے، اور ہر وُہ زمانہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے زمانہ کے
زیادہ قریب اُتنا ہی دُور کے زمانہ سے افضل ہے،

اور اہلبیت کرام ہر زمانہ میں دُوسرے لوگوں سے افضل ہیں، مگر یہ
فضیلت جمہور اہلبیت کی دیگر جمہور اہل اسلام پر ہے نہ کہ ہر فرد افضل ہے
کیونکہ متقدم کو متاخر پر سبقت ہے جیسا کہ یہ تین زمانے نص حدیث کے
ساتھ خیر القرون ہیں البتہ رافضیوں کے مذہب پر لازم آتا ہے کہ خیر القرون
شر القرون ہو اور یہ حدیث باطل قرار پائے"،

شاہد حسنی

ہمارے زمانے کا اِسلام گروہ بندیوں کا شکار ہے

ہمارے اِس زمانے میں اکثر بلادِ اسلامیہ پر فصادی کا غلبہ ہے اور
مسلمانوں کے کلمہ کا فرق کرتے ہیں اور اُنہیں اپنے غلام قرار دیتے ہیں
اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا ہے
اور ہر فرقہ نے اپنے لئے اپنا اپنا امام و مجتہد اختیار کر رکھا ہے اور گدھے

کی طرح گردن میں پٹا ڈال رکھا ہے اور دوسرے فرقوں سے دشمنی رکھتے ہیں بلکہ انہیں کافر گمان کرتے ہیں اور ان کو اور ان کی آبادی برباد کرنے والے دشمنوں کی حمایت کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کی بربادی پر خوش ہوتے ہیں پس اس وقت اس مصیبت سے رہائی کا ایک طریقہ ہے کہ ایک قرشی امام کے پرچم کے نیچے جمع ہو کر اس کے حکم کی اطاعت کریں اور قصادی سے اجتماعی قوت کے ساتھ اپنی اور اپنے شہروں کی خلاصی کرائیں اور اللہ توفیق دینے والا ہے، کم سے کم انہیں چاہیے اپنے مسلمان بھائیوں کے تمام گروہوں کو متحد کریں اور جو ان کے درمیان نزاع ہے اسے خود دور کریں اور جب قصادی ان کے کسی گروہ کا استیصال کرنا چاہیئے تو مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے تمام گروہ جمع ہو کر ان کا سمجھوتہ کرائیں اللہ تبارک و تعالے کا ارشاد ہے"

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ

اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے۔

علوم جدید حاصل کریں

انہیں چاہیئے بے فائدہ علوم کو ترک کر دیں جیسا کہ قدیم فلسفہ اور کلام اور تھوڑی سی منطق پڑھ لیں اور جب کتاب و سنت کا علم حاصل کر کے فارغ ہوں تو زراعت و تجارت اور صنعت کا علم حاصل کریں"

رہے اسلامی ممالک کے مستقل بادشاہ تو ان کے لئے حسب استطاعت

قوت مہیا کریں اور یہ قوت توپوں مارٹنی بندوقوں اور گولہ بارود پر مشتمل ہے
بطور خاص مشینی توپیں جو تیزی سے چلتی ہیں اور اُن کے زبردست بارود سے
سے دھواں خارج نہیں ہوتا اور سمندری جنگوں کے لئے دخانی جنگی کشتیاں
تارپیڈو، ڈاینامائٹ مشین گنیں وغیرہ اور اُنہیں چاہیے کہ امریکہ اور جاپان
وغیرہ کے علاقوں میں سیاحت کریں اور اِن کے لوگ مختلف طریقوں سے
اُن کے صنعت و حرفت کے معاملات میں داخل ہوجائیں اور بُت پرستوں
یہودیوں اور نصاریٰ سے صنعتوں کا علم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ
کریں اگرچہ وُہ کافر ہیں، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
گمراہ شخص سے کلمۂ حکمت حاصل کرنے کا مومن زیادہ حق دار ہے"۔

نبی ولی سے اُوپر ہے

فصل ۷: ولی نبی کے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا اور نبوت ولایت سے
اعلیٰ و اشرف ہے اور یہ بغیر اکتساب کے ہے اور اسباب کے ساتھ حاصل
نہیں ہوتی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بزرگی ہوتی ہے اور جو اس کے
علاوہ گمان کرتا ہے وُہ غلطی پر ہے، اور شیخ ابن عربی کا یہ قول کہ خاتم نبوت
خاتم ولایت سے علم لیتا ہے تو یہ واضح طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی شان میں سُوئے ادب ہے سوائے اس کے کہ دُور کی تاویل کی جائے
ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے اُنہیں اس قدر بُرا بھلا کہا ہے کہ اُس سے زیادہ
کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی ولی اس درجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ اُس
سے امر و نہی کے احکام ساقط ہوجائیں سوائے اِس کے کہ اُسے پاگل اور
دیوانہ کہا جائے اور جو اِس کے خلاف گمان کرتا ہے وُہ مُلحد ہے۔

شریعت کا مذاق اڑانا کفر ہے

فصلے! شریعت کی توہین کرنا اور اُس کا تمسخر اُڑانا کفر ہے ایسے ہی کسی نبی کی توہین کرنا اور اُس کا مذاق اڑانا کفر بالکفر ہے بعض نے کہا جو اِس امر کے کفر ہونے کو نہیں جانتا وُہ معذور ہے اور کفر کے حُکم میں نہیں، اور اِس پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ دلالت کرتا ہے جو اُنہوں نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا تم میرے باپ کے غلام ہو اور اللہ تعالےٰ کے عذاب سے امن ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایُوسی کفر ہے، اور ایمان خوف اور اُمید کے درمیان ہے

کاہنوں سے پُوچھنا اور نبیؐ کا علم غیب

کاہن کی غیبی خبر کی تصدیق کرنا کفر ہے اور کاہن سے پُوچھنے کیلئے آنا حرام ہے"

اور اُس کی اُجرت حرام ہے اور سوائے اللہ کے کوئی بھی غیب نہیں جانتا یہاں تک کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی غیب کا علم نہیں تھا، اور جو گمان کرتے ہیں کہ اولیاء غیب جانتے ہیں بے شک وہ کافر ہیں، اور غیب سے مراد غیبِ مُطلق ہے، یعنی ہر وُہ چیز جو اُس سے یا تمام مخلوق سے غایب ہے، اور وُہ علمِ غیب جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی اُمورِ خمسہ جن کا بیان قرآن میں آیا ہے"

اضافی غیب کا علم

رہا اضافی غیب! تو اِس کا جاننا فرشتوں اور مقربین وغیرھم غیر اللہ کے

لئے جائز ہے، اور یہ وُہ چیز ہے جو اُس کے نزدیک غیب سے نہیں، ہاں وُہ اُس غیب کو نہیں جانتا جو اُس کے نزدیک ہے، سوائے اللہ تعالےٰ کی نشانیوں کے اور اُس سے جس کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہوں کیونکہ اُس کے نزدیک اِس وقت یہ غیب باقی نہیں"

مرُدوں کو زندوں سے نفع حاصل ہونا

فصل ! اہلسنت کے درمیان اِس اُمر میں اختلاف نہیں کہ اموات زندوں کی کوشش سے دو امور سے نفع حاصل کرتے ہیں ایک یہ کہ جو اسباب میّت کی طرف اُس کی حیات میں تھے اور دُوسرا مسلمان کی دعاؤ اُن کے لئے استغفار، صدقہ اور حج وغیرہ، ہمارے ساتھیوں میں بدنی عبادات کے ثواب میں اختلاف ہے جیسا کہ قرأت قرآن وغیرہ، اور اہلحدیث میں سے محققین کا مذہب یہ ہے، کہ ہر بدنی عبادت کا ثواب مرُدے کو پہنچتا ہے جیسا کہ ختم قرآن یا مال کا ثواب جیسا کہ صدقہ تو یہ اُن کی طرف پہنچتا ہے اور برابر ہے کہ اُن کے لئے تمام ثواب ہدیہ کرے یا نصف یا چوتھا حصہ اِس پر امام احمدؒ سے نقل ہے، اور کہا میّت کو صدقہ، نماز، حج، اعتکاف اور قرأت قرآن ذکر اور اِس کے علاوہ کا ثواب پہنچتا ہے، اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے،

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی[1] — اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش

[1] النجم آیت ۳۹

یعنی انسان کو دُوسرے کا ایمان نفع نہیں دیتا اگر وُہ مومن نہیں ہوگا۔

یا انسان سے مراد ابو جہل یا عقبہ یا ولید بن مُغیرہ ہے، یا یہ کہ یہ اس دُوسری آیت سے منسوخ ہے"

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ — اور جو ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے ایمان کے ساتھ اُنکی پیروی کی

اور اللہ مجیب الدعوات اور قاضی الحاجات ہے۔

ہمارے شیخ ابنِ قیم نے کہا میت کے لئے قرآن کی قرأت اور بغیر اُجرت کے ہدیئے اور صدقہ کا ثواب اُسے پہنچتا ہے اگرچہ یہ امر سلف میں معروف نہیں ولیکن دلیل اس کی مقتضی ہے بیشک نصُوص حدیث سے حج، روزہ، دُعا، استغفار اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے پس قرآن کا ثواب پہنچنے سے کونسی چیز مانع ہے، ہاں جب عمل اُس کی ذات کے لئے ہو پھر اس کے بعد ارادہ کرے کہ اسے دُوسرے کے لئے مقرر کرے تو یہ اس پہلے کا مالک نہیں، اس میں دو قول ہیں، میں کہتا ہُوں ہمارے بعض ساتھیوں کی اس بات کی فساد انیت ظاہر ہے کہ اموات کو بدنی عبادت کا ہدیہ کرنا بدعت ہے، ہاں اقرأتِ قرآن کے لئے اجماع ہے رہا تعیّن یوم تو اس امر کے بدعت ہونے میں شک نہیں"

ختم قُرآن ختم بخاری

ختم قرآن کو صحیح بخاری کے ختم پر محمُول کریں تو بیشک یہ ہمارے مشائخ اہلِ حدیث سے منقُول ہے جیسا کہ سید جمال الدین محدّث وغیرہ

الطُّور آیت ۱۷

اور سید علامہ نے اِس کی اجازت دی ہے ان میں سے کس نے اِس سے منع کیا ہے اور بدعت قرار دیا ہے ؟

قیامت کب آئے گی

فصل ۲ : حضور رسالتآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی جو نشانیاں بیان کی ہیں اُن میں سے یہ ہیں قرآن اُٹھ جانا، غُربتِ اسلام، علم کی قلت جہالت کی کثرت، موت، ہرج ، فسق و فجور، ترازل کی کثرت، حجاز سے آگ کا ظہور جس سے بصریٰ کے اُونٹوں کی گردنیں روشن ہوجائیں، عدن کی گہرائی سے آگ کا نکلنا، لوگوں کا مشرق سے مغرب کی طرف حشر ہونا، رافضیوں، خارجیوں اور قدریہ کا ظہور، تیس جھُوٹے دجالوں کا نکلنا جن میں سے بعض کا الوہیت کا دعویٰ کرنا بعض کا نبوّت اور مہدویہ کا مدعی ہونا ایک ہی دعوت دینے والے دو بڑے گروہوں کا آپس میں قتال کرنا، بیت المقدس اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا، زلزلوں کا آنا، گناہوں کی کثرت ، سلف صالحین کو گالیاں دینا، مسلمانوں کا فرقوں میں بٹ جانا، قرآن مجید کے الفاظ میں تجوید و تحسین کی گہرائی تک جانا اور اُس کے معنوں میں غور و خوض اور اُس پر عمل کو ترک کر دینا، سُنت کا انکار اور اُس پر عدم اعتماد کرنا، قرآن کی تفسیر بالرائے کرنا، امر کو نا اہل کے سپرد کرنا، فرائض کی ادائیگی میں تساہل اور سستی کرنا، نماز کو اُس کے وقت سے تاخیر کے ساتھ ادا کرنا، عابدوں اور فقراء کی جہالت کا شکار ہونا قاریوں کا فسق میں مُبتلا ہونا عمروں اور پھلوں میں کمی آنا، عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت ہونا، حیاء میں قلت آجانا، لوگوں میں جانوروں کی طرح فساد برپا ہونا

والدین کی نافرمانی کریں گے، بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے، لونڈی اپنے مالک کو جنے گی سود، زنا، شراب خوری، لہو ولعب، ذلت درسوائی اور غصب اموال کی کثرت ہوگی لشکر سے فرار نصرانیوں کی کثرت، بدعات وغیرہ کی اشاعت، سفیانی، مہدی اور جنگ عظیم کا عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ظاہر ہونا، بائیں یا دائیں آنکھ سے کانے دجال کا خروج کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُترنا اور دجال کو باب لُد کے ساتھ قتل کرنا، یاجوج ماجوج، قحطانی اور جہجاہ کا نکلنا، ذی سویقتین حبشی کا کعبے کو گرانا، سورج کا مشرق سے طلوع کرنا، زمین کے حیوانوں کا نکلنا، دھوئیں اور ٹھنڈی ہوا کا اہل ایمان اور دوسرے لوگوں کو ہلاک کرنا سب حق ہے"

نبیذ کا پینا نمازیں جمع کرنا

فصلہ! اہل حدیث کے نزدیک بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں نہ سفر میں نہ بارش میں، اور الگ الگ افضل ہے اور ان میں سے بعض نے یہ شرط رکھی ہے کہ اسے عادت نہ بنایا جائے"

امامیہ نے اپنی کتابوں میں عترت طاہرہ سے روایت کی ہے ایسے ہی عمامے، جرابوں اور موزوں پر مسح کرنا اور ایسے ہی کھجوروں اور انگور کی نبیذ پینا جو نہ زیادہ ہو اور نہ نشہ لائے اور جس کے زیادہ پینے سے نشہ آئے تو اُس کا کم پینا بھی حرام ہے جیسا کہ زیادہ پینا، اور ہر نشے والی شراب حرام ہے، اور اس میں ہم حنفیہ سے اختلاف کرتے ہیں"

نماز تراویح کی رکعت فاتحہ خلف الامام

ایسے ہی رمضان شریف میں تراویح کی نماز اہلحدیث کے نزدیک

سُنت ہے اور یہ تہجد ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ رمضان شریف اور اس کے علاوہ میں وتر سمیت گیارہ رکعت سے زیادہ نہ کیا جائے، اور صحیح مرفوع حدیث کے ساتھ بیس رکعت ثابت نہیں "

ایسے ہی اہلحدیث سُورہ فاتحہ کی قرأت ہر نماز میں امام اور مقتدی کے لئے واجب قرار دیتے ہیں، یہاں تک کہ نمازِ جنازہ میں بھی یہی عمل کرتے ہیں"

بقولہ علیہ السلام لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب "، اور نماز میں امام کے پیچھے آمین اونچی آواز میں کہتے ہیں، اور رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور قیام کے وقت پہلے قعدہ کے بعد تین رکعت تک رفع یدین کرتے ہیں، اور دائیں ہاتھوں کو بائیں ہاتھوں پر نماز میں سینے کے اُوپر باندھتے ہیں، اور نماز کی نیت دِل کے ساتھ کرتے ہیں اور نماز کے وقت زبان کے ساتھ نیت کرنا بدعتِ مُنکرہ سمجھتے ہیں، نہ یہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں تھی اور نہ ہی آپ کے صحابہ کے زمانہ میں اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعا نماز میں جائز سمجھتے ہیں یعنی دعا ہے اگرچہ لوگوں سے سوال کے قبیل سے ہو،

اور جمعہ کی نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں، خواہ جماعت کے لیے کم آدمیوں کا مقام ہو، بستی ہو یا شہر، اور تین یا چالیس افراد کی کوئی شرط نہیں رکھتے اور نہ ہی دار السلام یا مسلمان بادشاہ کی شرط قائم کرتے ہیں، اور نماز سے پہلے دو خُطبے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وعظ کرتے ہیں، اور اس میں یہ اُمور اُن کی زبان میں پیش کرتے ہیں جس میں وہ سمجھ لیتے ہیں، اور خطبہ میں عربی زبان کی شرط نہیں رکھتے اور نہ ہی خلفاء اور بادشاہِ وقت کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔

جمعہ کے خطبے کی اذان

خطبہ کی اذان نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ سے منقول نہیں، اور اُسی اذان پر اکتفاء کرتے ہیں جو خطبے کے قبیل میں اُس وقت دی جاتی ہے جب امام منبر پر بیٹھتا ہے اور وُہ اذان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے منقول ہے، اور تیسری ندا، یعنی خطبے کی اذان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس وقت زیادہ کی تھی جب اہل مدینہ کی تعداد بڑھ گئی تھی، اور پیشاب کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کر لینے پر اکتفاء کرتے ہیں اور پتھر یا مٹی کے ڈھیلا سے استنجاء ضروری نہیں سمجھتے جب کہ یہ امر حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔"

تقلید کا مسئلہ

فصلے! عام آدمی کے لئے اصُول و فروع میں عُلماء کی تقلید ضروری ہے جب کہ اُن میں سے ہر ایک شخص نظر و اجتہاد پر قُدرت نہیں رکھتا پس اُس کے ساتھ اُن کا تکلف اُن کے لئے تکلیف کا باعث ہے جس کی اُن میں وُسعت اور طاقت نہیں۔"

رہا! تمام مسائلِ شرعیہ و فرعیہ میں التزام کے ساتھ کسی عالم یا مُجتہد کی تقلید کرنا تو یہ جائز نہیں بلکہ صاحبِ علم پر اِجتہاد واجب ہے اور عام آدمی کو عالم سے پوُچھنا چاہیئے یعنی عالم اسے آسان کرے اور یہ قول جمہور کا ہے اور ہمارے شیخ ابن حزم نے اِس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا ہے کہ عام آدمی فتویٰ کے لئے ائمہ اور

دُوسروں میں جس کی چاہے اِتباع کرے اور اُس پر یا مفتی پر یہ لازم نہیں آتا کہ وُہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے لئے اجماعِ اُمت کے ساتھ قید لگائے بعض نے کہا عوام کے لئے جائز ہے اور بعض نے کہا واجب ہے اور میں نہیں جانتا کہ اُنہوں نے اِس کا جواز کہاں سے اخذ کیا ہے باوجود اِس کے کہ یہ لوگ اپنے اماموں کی تقلید کا انکار نہیں کرتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد خاص موقع پر وارد ہُوا ہے"

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ تو اے لوگو علم والوں سے پُوچھو اگر تم نہیں جانتے

یا اہل ذکر سے مراد اہل قرآن و حدیث ہیں اور آیت کا مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا حُکم پوچھو اگر تم اُسے نہیں جانتے اور عالم سے سوال کرنا جب کہ اُس سے اللہ اور اُس کے رسُول کا حُکم پُوچھنا ہو تقلید سے موسُوم نہیں ہوگا یا یہ ایسی چیز ہے جس کے جواز میں اختلاف نہیں باوجود اِس کے کہ معیّن عالم کی تقلید میں نزاع ہے اور اہل ذکر عام ہے جس میں عُلمائے دین سے ہر عالم شامل ہے اور اِس کے وجُوب کا قول شدید فساد پر مبنی ہے جب کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے کے واجب نہیں ہوتا اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہجرت کے چار سو سال بعد وجُوب کیسے صحیح ہوگا اور کیسے مُمکن ہے کہ سلف صالحین نے واجب کو چھوڑ رکھا ہو، اور تقلید سے وُہ امر جو حرام ہے ایسے ہے جیسا کہ مُجتہد کی اُس امر میں تقلید جس میں نص کو جاننے

النحل آیت ۴۳

والے کے لئے نقل میں اختلاف ہو اور تصحیح کے لئے اُس کی تاویل کے ساتھ مُجتہد کی رائے سے مشغول ہو جائے یہ عجیب بات ہے کہ یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث مجتہد کو نہیں پہنچی اور اِس سے وُہ جو شرک ہے یہ ہے جیسا کہ کتاب وسنت پر مُجتہد کے قول کو مقدم سمجھنا اور اُن دونوں پر اعتماد نہ رکھنا اور اِس سے مُراد ہے کہ اللہ کے سوا رب بنا رکھے ہیں، ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا و لیکن جو جانتا ہے کہ جس کے ساتھ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے ہیں اُس میں یہ امر غلط ہے اور پھر اُس کی غلطی پر اُس کی اتباع کرتا ہے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول سے اعراض کرتا ہے، تو یہ اُسے شرک پہنچا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہے کہ ایسے شرک کو عقوبت کا مُستحق ٹھہرائے، اِس لئے عُلماء نے اِس پر اتفاق کیا ہے کہ جب حق کا عرفان ہو جائے تو اُس کے خلاف کسی کی تقلید جائز نہیں اور یقیناً استدلال پر قادر ہونے کے لئے تقلید کے جواز میں جھگڑا کرتے ہیں، انتھٰی اور ایک مذہب سے دُوسرے مذہب کی طرف مُنتقل ہونے میں کوئی حرج نہیں جب پتہ چل جائے کہ جس مذہب کی طرف وُہ منتقل ہو رہا ہے وُہ دُرست ہے اور کتاب وسنت کے موافق ہے اور یہ قول اُن بہت سے عُلماء کا ہے جو تقلید کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ وُہ کہتے ہیں یہ منتقلی واجب ہے اور جو اِس سے منع کرتا ہے وُہ مقاصد شریعت کے ساتھ جاہل اور بے وقُوف ہے اور فوت شدہ مُجتہد کی تقلید جائز نہیں اور بعض نے بیان کیا ہے کہ اِس پر اجماع ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہے اور شیخ ابن قیم اِس کے راجح کے قائل ہیں کیونکہ قول نہیں مرتا اور سلف کا صحابہؓ و تابعین کے اقوال کی تقلید کرنا اِس کے جواز پر

دلالت کرتا ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! جس کی اتباع کی جاتی ہے وہ مرتا نہیں اور اس میں مقلدین ہمارے مخالف ہیں اور امامیہ ہمارے موافق ہیں۔ پھر اختلاف کرتے ہیں کہ کیا یہ جائز ہے کہ کوئی شخص بعض مسائل میں امام شافعی کی اور بعض مسائل میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کرے! درست یہ ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ صحابہ کرام مسائل میں اُن میں سے بعض کی تقلید کا انکار نہیں کرتے تھے اور دوسرے مسائل میں دوسروں کی تقلید کرتے تھے، ابن برہان اور نووی کا رجحان اسی طرف ہے اور یہ حق ہے اور اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشادات دلالت کرتے ہیں۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[1] — تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[2] — اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ[3] — اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے۔

اور اُس شخص سے زیادہ کیا حرج ہو گا جو ایک مجتہد کا اس حیثیت سے قیدی ہے کہ وہ اُس سے کسی دوسرے کی طرف بڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا اگرچہ ضروری مواقع ہوں ایسے ہی تتبع کے ساتھ رخصت

---

[1] النحل آیت ۴۳ [2] الحج آیت ۷۸ [3] البقرہ آیت ۱۸۵

میں کچھ حرج نہیں بقولہ فبھا ونعمت اور جب اجتہاد کیا تو غنا میں اہل مدینہ کا قول اختیار کر لیا اور نبیذ میں اہل کوفہ کا قول اختیار کر لیا اور متعہ میں اہل مکہ کا قول اختیار کر لیا اور جان لیا کہ حق اِن کے ساتھ ہے یا ان میں سے کسی ایک کی تقلید کر لی اور شیخ ابن قیم کا اس سے روکنا زبردستی محض ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں اور قطان کا قول اس پر حجت نہیں۔

ہمارے ساتھیوں میں سے شیخ ولی اللہ دہلوی نے کہا ! اگر قرآن مجید، صحیح حدیث، اجماع سلف اور اچھے جلی قیاس کے خلاف نہ ہو تو اِدھر اُدھر کی چیز سے لینا چاہیئے اگرچہ فقہائے متاخرین اس سے منع کریں۔ ابراہیم نے کہا جب اسلام سے تجھے دو امر پہنچیں تو اُن میں سے ایک آسان امر کو پکڑے اور اس کی مثل شعبی سے روایت ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیث ہے۔

ما خیر بین امرین الا اختار الیسر ھم واھونہما

یعنی دو بہتر امروں کے درمیان دونوں میں آسان اور ہلکے امر کو اختیار کریں"

اور اللہ تبارک وتعالےٰ کا ارشاد ہے۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنی اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

اجتہاد درست بھی ہوتا ہے اور غلط بھی

اگر ہم وہ چاہیں جو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو ہم پر اس

سے کوئی چیز نہیں اور ایسے ہی اس سے رد کرنے پر اجماع کا دعویٰ غیر مُسلّم ہے اور مقلد کا ایمان درست ہے اور عوام معرفت دلائل کے مُکلّف نہیں، بعض نے کہا استدلال کا ترک فسق اور ہمارے ساتھیوں سے شوکانی نے اس کا رد کیا، اور بعض نے کہا جو اشعری سے منقول ہے وُہ درست نہیں اور مجتہد کا اجتہاد غلط بھی ہوتا ہے اور درست بھی جب دُرست ہو تو اُس کی دو نیکیاں ہیں اور اگر غلط ہو تو اُس کی ایک نیکی ہے اور ہر مجتہد صواب پر نہیں ہوتا بلکہ جب اِن میں اختلاف ہوتا ہے تو اِن میں سے ایک گروہ والے صواب پر ہوتے ہیں اور دُوسرے غلطی پر اور کسی زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا جائز نہیں، ابن دقیق العید نے اسے ہی اختیار کیا ہے، اور جو شخص ائمہ اربعہ پر اجتہاد کو ختم کرتا ہے وُہ اِس پر نہ عقل سے دلیل پیش کر سکتا ہے اور نہ کتاب و سُنت سے بلکہ میں کہتا ہوں متاخر مجتہد مُتقدم مجتہد سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اِس زمانہ میں دین کی آسان کتابوں کی وجہ سے لوگوں پر اجتہاد آسان ہو گیا اور اس زمانے کا مُحدّث احادیثِ نبویہ کو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی سے زیادہ کرنے والا ہے، چنانچہ عقل سلیم اور فہم مُستقیم رکھنے والا اس کا انکار نہیں کر سکتا اور اجتہاد کی تجزی جائز ہے یعنی کوئی شخص بعض مسائل میں مجتہد ہو اور بعض مسائل میں مُقلد اور جب ایک شخص کے پاس صحیح بخاری یا صحیح مُسلم یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنن سے کوئی کتاب ہو جیسا سُننِ ابی داؤد اور ترمذی تو وُہ جو اِن میں پائے اُس کے مطابق فتویٰ دے سکتا ہے جب کہ وُہ منسُوخاتِ سُنت کو جانتا ہو اور یہ وُہ ہے جسے دس احادیث نہیں پہنچیں جیسا کہ اِس کے بارے میں انشاءاللہ تعالیٰ

ہم دُوسری جز میں بیان کریں گے،

وُہ لوگ جو اِس سے منع کرتے ہیں وُہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول سے حیا نہیں کرتے اور ہدایہ اور منہاج کے فتووں کو جائز سمجھتے ہیں اور جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے لکھا ہوا ہے اُسے جائز نہیں سمجھتے اور جب اُنہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچتی ہے تو اُس سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں اور اُن کی اطاعت سے مرجھائی ہُوئی جبلت والے فقہا کی اتباع کو بہتر سمجھتے ہیں،

کونسی قرأت اختیار کی جائے

فصل ۱۲! جیسا کہ تقلید کے لئے مجتہدین سے کسی مجتہد کا تعیّن نہیں ایسے ہی سات مشہور قرأتوں میں سے کسی ایک قرأت کا تعین نہیں ہے بلکہ آدمی کے لئے جائز ہے کہ اِن میں سے کسی بھی قرأت سے قرآن مجید پڑھے اور قرأتِ شاذہ میں اختلاف ہے،

اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے جب کہ اسناد صحیح کے ساتھ دیکھا ہے اور ایسے ہی کسائی کے طریق پر ایک سُورت پڑھنا اور دُوسری حمزہ کے طریق پر پڑھنا اور عاصم کی قرأت پر التزام کرنا اور جمیع سُورتوں میں حفص کی روایت کرنا یہ وُہ چیز ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور عوام جب ضاد کو اُس کے مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہوں تو اسے ظاء کے بدل سے پڑھیں کیونکہ اس کی ضاء کے ساتھ بہت سی صفات میں مشابہت ہے رہا دال مفخمہ یا غیر مفخمہ کو ضاد کے بدل میں پڑھنا جیسا کہ جہلا کرتے ہیں تو اگر ضاد کے اخراج سے عاجز ہے یا سمجھ نہیں تو نماز جائز ہونے

کے لئے کافی ہے اور اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ہم قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم میں عربی اور عجمی تھے تو آپ نے فرمایا تم سب اچھا پڑھتے ہو اور اگر ضاد کو اس کے مقام و مخرج ادا کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود درست نہیں پڑھنا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور یہ ظاء پڑھنے کے برعکس راجح ہے تو بیشک ضاد معجمہ ضعیف ہے تو نماز بالاتفاق جائز ہو گی اور خلافِ مخرج سے نکالنے سے بہتر ہے۔

بیعت طریقت

فصل ۱: فقراء کے درمیان جو بیعت رائج ہے اس کی اصل شریعت میں موجود ہے اور یہ بیعت توبہ ہے مگر خرقہ اور کلاہ پہننا اور فقر کی رسوم کا التزام کرنا تو اس کی اصل شرع میں موجود نہیں اور شاہ کے ساتھ نام رکھنا کہ فلاں شاہ تو اس پر بھی کوئی دلیل نہیں اور ایسے ہی نقشبندیہ، قادریہ چشتیہ، سہروردیہ طریق کی تقسیم دین میں تفریق کرنا ہے اور ہر ایک پر اتباع سنت اور مرشد کے اس قول و فعل کو ترک کرنا لازم ہے جو حدیث کے مخالف ہو کیونکہ مرشدِ اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور تمام مرشد آپ کے خادم اور جوتے بردار ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ تمام اولیاء اللہ سے محبت کریں اور ان بغیر ان میں تفضیل و تخصیص اور تفریق کے ان کی تعظیم و توقیر کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے جو میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور ان جاہلوں پر تعجب ہے جو اس میں دن رات ضائع کرتے ہیں کہ شاہ خاموش یعنی چپ شاہ افضل

ہے یا شیخ جی جبکہ دونوں کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور ایسے ہی ہیں نے بعض بے وقوفوں کو دیکھا کہ انہوں نے اس پر رسالے لکھ مارے ہیں کہ شیخ عبد القادر افضل ہیں یا خواجہ معین الدین چشتی رحمہما اللہ تعالیٰ، میں نہیں جانتا کہ ان خرافات سے اُن کا مقصد کیا ہے؟ اور اِن میں سے یہ بحث ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا! میرا یہ قدم ہر ولی کے کندھے پر ہے تو یہ ہر معاصر، متقدم اور موخر کے لئے ہے یا صرف اُن کے ہمعصر اولیاء کے کندھوں پر ہے اور اِس پر غور نہیں کرتے کہ اِن کے بعد آنے والے افضل ہیں جیسا کہ ہمارے امام مہدی علیہ السلام اور پہلے لوگوں میں بے شمار لوگ اُن سے افضل ہیں جیسا کہ ہمارے سردار ابوبکر و عمر، عثمان و علی اور حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم " تو لازماً اِسے اُن کے ہم عصر اولیاء کرام پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ ہمارے شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے،

جنت کے لالچ میں عبادت کرنا

فصلے بعض صوفیاء کا گمان ہے کہ جہنم کے خوف اور جنت کے لالچ میں عبادت کرنا کوئی چیز نہیں اور کامل مومنوں کی شان اِس سے بلند ہے یہ لوگ خالصتاً اپنے پروردگار کی محبت کے لئے عبادت کرتے ہیں اِس حیثیت سے مرتبۂ الوہیت کا اقتضاء یہ ہے کہ نہ تو جہنم کے خوف سے اُس کی عبادت کی جائے اور نہ ہی حُور و قصور کے لالچ میں اُس کی عبادت کی جائے،

ہم کہتے ہیں! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا! یدعون ربھم خوفا وطمعا یعنی وہ اپنے پروردگار کو خوف اور لالچ سے پوجتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اِسکی تفسیر

میں فرماتے ہیں! خوف آگ کا ہے اور لالچ جنت کا ہے اور اس میں شناخت نہیں جب کہ اُس آگ سے ڈرا جائے جو اللہ کا غضب ہے اور اُس جنت کا لالچ کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے یہ دونوں چیزیں سوائے مومن کے دل کے جمع نہیں ہوتیں کہ وُہ اللہ اور اُس کے رسُول سے محبّت کرتا ہے"

پس اِس خوف اور لالچ کی وجہ سے عبادت کرنا ایسے ہی ہے جیسے بوجہ اللہ عبادت کرنا اور جنت کا شوق اللہ تبارک وتعالےٰ کی ملاقات کا شوق رکھنا ہے کیونکہ جنت کی عظیم تر نعمت اللہ سبحانہ، تعالیٰ کی زیارت ہے اور اِس میں سے یہاں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ دُعا ہے

اَللّٰھُمَّ انی اسألك الجنة وما قرب الیھا من قول وعمل واعوذبك من النار و

ماقرب الیھا من قول وعمل

یعنی یا اللہ! میں تجھ سے جنت کا اور قول وعمل سے اُس چیز کا سوال کرتا ہُوں جو جنت کے قریب کرے، اور تیرے ساتھ دوزخ سے اور اُس چیز سے پناہ مانگتا ہُوں جو دوزخ کے قریب کرے"

فقر کسے کہتے ہیں

فصل! فقر نام ہے اخلاص، توکل علی اللہ، دُنیا سے بے رغبتی اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغولیت، اصُول و فروع میں کتاب وسنت کی کی اتباع کا اور وُہ فقر جو شریعت کے خلاف ہے وُہ ولایت یا تقرب الی اللہ سے زیادہ کُفر پر مبنی ہوگا اور فقیر کا شاہ کے نام سے موسوم ہونا اِس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وُہ فقیر نہیں کیونکہ سچا فقیر عامۃ المسلمین کے اُمور میں

اپنی ذات کا امتیاز نہیں کرتا بلکہ جہاں تک ممکن ہو اپنے فقر کو پوشیدہ رکھتا ہے اور جو لوگوں پر خود کو ظاہر کرتا ہے وہ اہلِ دُنیا سے ہے۔

انسانوں اور فرشتوں میں کون افضل ہے

فصل: انسانوں کے رسُول ملائکہ کے رسُولوں سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حُکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور اُنہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ایسے ہی فرشتوں کے رسُول بالاجماع عام بشر سے افضل ہیں"

رہی عام بشر کی عام فرشتے پر افضیلت تو یہ اختلافی مسئلہ ہے اس مسئلہ میں بحث کرنا بے فائدہ ہے جب کہ اس کے ساتھ کوئی شرعی غرض وابستہ نہیں اور کتاب وسُنت اِس سے خاموش ہیں"

بدعات کی اقسام

فصل: بدعتِ شرعیہ وہ امر ہے جو دین میں قرُون ثلاثہ کے بعد پیدا ہُوا اور اُن کے لئے خیر کے ساتھ مشہود ہونے پر کتاب وسنت کی کوئی دلیل دلالت نہیں کرتی اور نہ ہی یہ عموم کے تحت داخل ہے بلکہ یہ اُس کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول نے حکم فرمایا ہے اور یہی مُراد حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس ارشاد کی ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور آپؐ نے فرمایا! ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ۔

یعنی لوگ ایسی کوئی بدعت نہیں نکال سکیں گے جس کی مثل سنت سے
نہ اُٹھا لیا جائے اور فرمایا!

ابتدع قوم بدعة فی دینهم الا نزع اللہ من سنتهم مثلها ثم لا یعید هم الیهم الی یوم القیامة

یعنی لوگ اپنے دین میں ایسی کوئی بدعت نہیں نکالیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی مثل اُن کی سُنت سے اٹھالے گا پھر وہ سُنت قیامت کے دن تک اُنہیں نہ لوٹائی جائے گی "

رہی بدعتِ لُغویہ تو اِس کی چار قسمیں ہیں، مباحہ، مکروہہ، حسنہ اور سیئہ، ہمارے ساتھیوں ہیں سے شیخ ولی اللہ دہلوی نے کہا بدعتِ حسنہ ایسے ہے جیسا کہ نواجذ کے ساتھ اخذ کرنا جب کہ غیر عزم سے نبی علیہ السلام نے اُس پر اُکسایا ہو جیسا کہ تراویح ہے بدعتِ مباحہ لوگوں کی کھانے پینے اور لباس کی طرح ہے اور یہ مبارک ہے، میں کہتا ہوں دُلہا کے لئے پھولوں کے ہار وغیرہ بھی بدعتِ مباحہ ہیں اور جو لوگ اِس سے منع کرتے ہیں وہ ہندو کافروں کی مُشابہت کی بناپر کہتے ہیں ہم کہتے ہیں! کافروں اور مسلمانوں کے درمیان غیر نکیر سے جو رسمیں جاری ہیں اِن کی مشابہت کچھ نقصان نہیں دیتی، جیسا کہ قبائیں اور لباس سے بہت سی چیزیں ہیں جو کافروں سے پہلے تھیں پھر مُسلمانوں میں رواج پذیر ہو گئیں اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنگ بٹنوں والا رُومی جُبہ زیبِ بدن فرمایا اور صحابہ کرام میں بلادِ کفار سے آئی ہوئی قبائیں تقسیم فرمائیں اور اِن میں سے جو ترکِ مسنون اور تحریفِ مشروع ہے وہ گمراہی ہے "

اور سید نے کہا بدعت محرمہ وہ ہے جس سے اُس کی مثل سُنت اُٹھ جائے اور جس سے سُنت سے کوئی چیز نہ اُٹھتی ہو وہ چیز بدعت سے نہیں بلکہ وہ مباح ہے اور اُس پر عمل کرنے والے کے لئے براۃ اصل ہے۔

ہمارے شیخ ابن اثیر جزری نے کہا بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت ہدایت اور بدعت گمراہی پس جو اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مخالف ہو گی وہ ذم وانکار پر منحصر ہو گا اور وہ عموم کے تحت نہیں ہو گا جس میں اللہ تعالیٰ کی مدح ہو اور اللہ تعالیٰ و رسُول اللہ نے اُس پر اُکسایا ہو تو وہ تعریف و مدح میں منحصر ہو گا اگرچہ اُس کیلئے مثال نہ موجود ہو اور پہلی بات پر دُوسری حدیث کل محدثۃ بدعۃ محمُول ہو گی بیشک مُراد اصُولِ شریعت کے خلاف ہو گی اور سنت کے موافق نہ ہو گی، انتہیٰ المختصر

بدنی عبادت میں بدعت

صاحب مجالس نے کہا اگر محض عباداتِ بدنیہ میں بدعت ہو گی تو سیہ کے سوا نہیں ہو گی اور اس پر حضرت عبداللہ ابن مسعُود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول شاہد ہے جو اُنہوں نے نمازِ مغرب کے بعد بیٹھے ہُوئے لوگوں میں سے ایک شخص کے جواب میں کہا اُس شخص نے کہا تھا اللہ تبارک و تعالےٰ کی تکبیر و تسبیح ایسے ایسے کرو تو ابن مسعُودؓ نے کہا تمہاری طرف اندھیری بدعت ہے۔"

خاتمہ اور توبہ

فصل: خاتمے کا امر مبہم ہے اِس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف بندے کا توبہ کے ساتھ امر دائمی ہے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا۔

انی لاستغفر اللہ و اتوب الیہ فی کل یوم اکثر من سبعین مرۃ

یعنی میں ہر روز اللہ تعالٰے سے ستر بار استغفار اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اور جو کہتا ہے ایمان کے ساتھ گناہوں کا نقصان نہیں تو وہ مرجیہ گمراہ اور بدعتی ہے پھر توبہ کے بعد انشاءاللہ اس کی معافی کی امید ہے اور ہم نہیں کہتے کہ توبہ کے ساتھ عقوبت ساقط ہو جاتی ہے اس کا قبول اللہ تعالیٰ پر ہے۔

ہم تجسیم کے قائل نہیں

فصل ! لازم مذہب مذہب کے ساتھ نہیں ہے شک تمام اہل حدیث اللہ تعالیٰ کے لئے اوپر کی جہت کا اثبات کرتے ہیں اور اس کی طرف اشارہ درست ہے۔ ایسے ہی استواء اور اترنا چڑھنا اور ایسے ہی اس کی صفات سے ہاتھ، چہرہ، آنکھ، پنڈلی وغیرہ شریعت میں وارد ہیں باوجود اس کے ہم کرامیہ اور قائلین تشبیہ کی طرح جسم کے قائل نہیں اور اگر ان کے مذہب پر جسمیت لازم ہے تو وہ اس سے اور اس کے انکار سے بے تکی کے ساتھ ہے۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر

فصل امر بالمعروف ونہی عن المنکر آزاد مسلمان پر واجب ہے اس کے ساتھ بشرط قدرت عالم مکلف ہے اس وجہ پر کہ ایسا کرنے سے اس

کے جان ومال اور اہل عیال کو کوئی بڑا فساد نہ پہنچے پس اگر امر ونہی میں نقصان کا خوف ہو تو ائمہ وسلاطین کے لئے ہاتھ سے علماء کے لئے زبان سے اور عوام کے لئے دل سے انکار کرنا ہے اور کہا ہر ایک کے لئے جو ممکن ہو اور تیرا یعنی دل سے برا جاننا سب سے کمزور ایمان ہے۔ اور امر بالمعروف کے ساتھ اس شرط میں اختلاف ہے اگر عامل کی طرف سے امر ہو گا یا مشروط نہیں تو دوسرا قول راجح ہے اور اگر وہ ایسا امر جس کے ساتھ ملامت کا عمل نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ٭ کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

علماء کے درمیان جو مختلف فیہ امور ہیں ان کا انکار جائز نہیں جیسا کہ وضو میں پاؤں کا دھونا اور ان کا مسح کرنا، دعا میں فوت شدگان سے توسل کرنا۔ انبیاء واولیاء کی قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، اور نماز میں دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دینا، بیویوں اور کنیزوں کی دبر کشائی کرنا اور متعہ کرنا اور دو نمازوں کو جمع کرنا شطرنج کھیلنا، غناء ومزامیر سے لطف اندوز ہونا۔ فاتحہ مروجہ یا مجلس میلاد ہے چنانچہ اس سلسلہ میں یہ امر ہمارے امام امام احمد بن حنبل سے منقول ہے۔ بعض نے کہا ہے ایسا کرنے والے پر حدیث کا پڑھ دینا آسان اور سہل انکار ہے چنانچہ نہ تو ایسے شخص کو زجر وتوبیخ کرے اور نہ ہی اس پر تشدد اور سختی کرے اور مروزی نے ان سے روایت کی ہے کہ فقیہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ لوگوں کو اپنے مذہب

٭ بقرہ آیت ۴۴

پر محمول کرے یا اُن پر تشدد کرے، سفیان ثوری نے کہا! جب تو کسی شخص کو مختلف فیہ امر پر عمل کرتے دیکھے اور تُو اس میں حرمت کا مشاہدہ کرے تو اُسے متہم نہ کر، ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا! مقام اشتباہ پر کسی کی رائے میں سلف میں سے کسی کا اُس پر عمل کرنا لازم نہیں اور اُس کی مخالفت کو حرام قرار نہیں دینے اور نہ ہی اِس مخالفت کو دین کے مخالف قرار دیں، بلکہ اُس کے درمیان ردو قبول کو اختیار کریں"

میں کہتا ہوں اِس سے ظاہر ہے، احناف میں سے جو جہلا نماز میں رفع یدین، آمین بالجہر اور تشہد میں اُنگلی اُٹھانے کے مسئلہ کا انکار کرتے ہیں، تو وُہ نیکی سے زیادہ اپنے نفس پر گناہ ڈال لیتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کو سماع، غنا، یا مزامیر یا مجلس میلاد منعقد کرنے یا مروّجہ فاتحہ پڑھنے پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے یا اُن کے فسق یا اُن کے کفر پر ڈانٹ ڈپٹ کرنا اور تشدد کرنا نیکی کی بجائے گناہ حاصل کرنا ہے"

حضُور خُدا کے عرش پر بیٹھیں گے

فصل! ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کہا! اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے ساتھ اُس کے عرش پر بیٹھیں گے، مجاہد نے کہا اِس سے مراد مقام محمود ہے۔

بدعتیوں کی پہچان

فصل! اہل بدعت کو ان نشانیوں سے پہچانتے ہیں، یہ لوگ

اہل حدیث پر طعن کرتے ہیں. اہل حدیث کو وہابیہ. عرشیہ تجسیمیہ. حشویہ. جبریہ. مشبہیہ اور ناصبی سے موسوم کرتے ہیں. اور یہ سب اہل سُنت کا تعصب سرکشی اور حسد ہے حالانکہ ان کا صرف ایک ہی نام ہے اور وہ اہل حدیث ہے. اللہ تعالیٰ اُنہیں زیادہ کرے اور اُنہیں قیامت تک باقی رکھے.

بدعتی لوگ تفسیر قرآن میں احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال کی اتباع نہیں کرتے بلکہ اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں، یہ لوگ کلام، منطق، جدل و اختلاف فلسفۂ الہٰیت الحادیہ اور طبعیات دہریہ کے مطالعہ میں عمریں صرف کر دیتے ہیں اور ان میں کچھ تھوڑے سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اہل تقلید کے لیے فقہائے جبلیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی کتاب اور اُس کے رسُول کی کتب کی طرف توجہ نہیں دیتے. اور اگر کبھی اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں تو الفاظ پر قناعت کرتے ہیں اور شعر کی طرح اچھی اچھی آوازوں سے پڑھتے ہیں اور اس کے معانی پر غور نہیں کرتے اور نہ اُس پر عمل کرتے ہیں اور نہ لوگوں کو اُس پر عمل کی ترغیب دیتے ہیں بلکہ لوگوں کو قرآن و حدیث اور اُن کے تراجم پڑھنے اور اُن پر عمل کرنے سے روکتے ہیں. اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے ہٹاتے ہیں. اللہ تعالیٰ اُن کو اور اُن کی آبادیوں کو رسوا کرے.

امام مہدی امام ابو حنیفہ کے مُقلد ہونگے؟

فصل: بعض مقلدین کا گمان ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا

تو وہ امام ابوحنیفہ کے مقلد ہوں گے اور ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام ابوحنیفہ کے مذہب کا حکم دیں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہوں وہ کہاں ہیں جو اس امر کو کشف سے جانتے ہیں۔ جب کہ اصحابِ کشف کے سردار محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات میں اس کے خلاف صراحت کی ہے، اور امام مہدیؑ کی شان تقلید سے ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب پر بھی ہوتا ہے اور کتاب و سُنت کو چھوڑ دیتا ہے ایسے ہی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقہ حنیفہ پر فتویٰ دینا عجیب بات نہیں؟ پس ان میں سے بعض احناف نے بہت سی خرافات کی ہیں جن میں سے یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے متعدد صحابہ کرام سے ملاقات کی اور اُن سے روایت کی، اور یہ بات اہلِ نقل کے نزدیک ثابت نہیں اور ان میں سے یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام تیس۳۰ برس فقہ حنیفہ سیکھتے رہے، پھر اُنہوں نے قشیری کو پچاس سال میں فقہ حنیفہ سکھائی، اور قشیری نے اسے بڑی بڑی کتابوں میں جمع کیا اور ایک صندوق میں بند کر کے اُنہیں سمندر میں ڈال دیا، پس وہ صندوق امام مہدی کے ظہور تک پانی میں ڈوبا رہے گا جب اُن کا ظہور ہوگا تو وہ صندوق کو نکالیں گے اور اُس سے وہ کتابیں نکال کر اُن کے ساتھ حکم جاری کریں گے۔ ونعوذ باللہ ھذا الکذب والخرافات۔

سراج الامت کی نفی

یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے ابوحنیفہ کہا جائے گا وہ میری اُمت کا چراغ

ہوگا؛ یہ روایت محدثین کے نزدیک بالاتفاق موضوع ہے، اللہ تعالی اس کے وضع کرنے والے پر لعنت کرے، اور اس میں سے یہ ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگرد ابویوسف کو اٹھارہ ہزار موضوع حدیثیں یاد تھیں تو اس پر غور کریں کہ صحیح احادیث کتنی یاد ہونگی؛ باوجود اس کے قاضی ابو یوسف کو اہل حدیث نے ڈھیلا ڈھالا کہا ہے اور انہوں نے ان سے گنتی کے آثار موقوفہ بھی نہیں دیکھے اور نہ ان سے روایت کی ہے اور ابن جوزی نے موضوعات کی کتاب جمع کی ہے جس میں اٹھارہ ہزار موضوع حدیثوں کا چوتھا یا آٹھواں حصہ بھی نہیں پایا جاتا۔

لعنت اور رحمت

ان کے فقیہ عبدالغنی کے شاگرد نے کہا جو ابوحنیفہ کا قول رد کرے اس پر ہمارے رب کی ریت کے ذرّوں کی مقدار لعنت ہو۔ اس سے پوچھا جائے کہ ابوحنیفہ العیاذ باللہ اللہ ہے یا رسول ہے جس کا قول رد کرنے سے کوئی شخص ملعون ہو جائے گا ہم اس کے جواب میں یہ شعر کہتے ہیں۔

فرحمة ربنا اعداد رمل   علی من رد اقوال سخیفہ

پس اس پر ہمارے پروردگار کی رحمت ریت کے ذروں کی تعداد میں ہو جو کم عقل کے اقوال کو رد کرتا ہے

تہتر فرقے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میری امت تہتر فرقوں

میں بٹ جائے گی جن میں سوائے ایک کے سب جہنمی ہیں، اور وُہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا! جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ یہ افتراق صحابہ کے اور تابعین کے آخری زمانہ میں واقع ہُوا اور پہلی بدعت معبد جہنی نے مسئلہ تقدیر میں جاری کی۔ پھر واصل بن عطاء نے پھر جہم بن صفوان نے بدعت کو جنم دیا پھر خلقِ قرآن کی بدعت نکلی یہاں تک کہ بدعت کے بعد بدعت پیدا ہوتی چلی گئی اور لوگوں میں اصول و فروع میں فرقہ بندی ہو گئی، علاوہ ازیں چوتھی صدی ہجری تک مجتہدین کے مذاہب میں سے کسی مذہب کا تعین کر کے اُس کی تقلید کو واجب قرار دینے لگے بعدازاں اُنہوں نے اِس تقلید کے فیصلے پر رائے زنی کی اور انہوں نے چار مجتہدوں کی تقلید کے علاوہ دوسرے کسی مجتہد کی تقلید سے منع کر دیا۔

یہ دونوں امر خرافات و بدعت اور اُس چیز کے خلاف تھے جس پہ صحابہ کرام، تابعین اور سلف صالحین تھے پھر اِس بدعت مُنکرہ کا تمام لوگوں نے گھیراؤ کر لیا اور اسے شدید زور دار تھپڑ لگایا۔

اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنے فضل و رحمت سے گنتی کی ایک چھوٹی سی جماعت کی مدد فرمائی اور یہی فرقہ ناجیہ اور قیامت تک نصرت دیا گیا ہے اس کا نام اہلحدیث ہے اللہ تعالیٰ انہیں باقی رکھے اور ان میں کثرت فرمائے۔

ناجی فرقہ اہل حدیث ہیں

فصلے : اس فرقہ اہلسنت کے دس اصول ہیں اور یہی اہل حدیث ہیں اور جو اہل بدعت ہیں وُہ یہ ہیں، رافضی، خارجی، معتزلہ، مرجیہ، مشبہ،

جہمیہ، ضراریہ، نجاریہ، اور کلابیہ۔ پس اہل حدیث ایک گروہ ہے جب کہ دوسرے فرقے کے تحت متعدد گروہ ہیں جن کی تعداد بہتر فرقوں تک پہنچتی ہے۔

پس چڑھا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر فرمایا اس گمراہ فرقہ کے عقائد اور اہل حدیث سے مخالفت طوالت پذیر ہے اور اسے نقل کرنے میں ہمیں کوئی فائدہ نہیں بلکہ ہمارے امام احمد نے اہل بدعت کے اقوال بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حنفی اہل بدعت ہیں

میں کہتا ہوں اہل بدعت سے حنفی اور شافعی تقلید پر جمے ہوئے ہیں اور انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت کو چھوڑ رکھا ہے اور ان پر اسلام کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب غُنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے جس سے ہم مسلسل روایت بیان کرتے ہیں کہ مرجیہ میں سے ابُو حنیفہ نعمان بن ثابت کے ساتھی حنفی یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ و رسول اور جو اللہ سے رسول کے پاس آیا اُس کی معرفت اور اقرار کا نام ایمان ہے یعنی اعمال سے نکلتے ہیں اور یہ عقیدہ اہل حدیث کے خلاف ہے اور اس کی تائید نعیم بن حماد کی مرفوع روایت سے ہوتی ہے کہ میری اُمت ستر اور کچھ اُوپر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں بڑا فتنہ وہ لوگ ہیں جو دین کو اپنی رائے پر قیاس کریں گے اور قیاس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے کو حلال اور حلال کئے ہوئے کو حرام قرار دیں گے اور بے شک شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سے مراد ابُو حنیفہ

کے ساتھیوں کا رد و انکار ہے بذاتہ ابو حنیفہ پر انکار نہیں۔ بیشک ابُو حنیفہ اہلسنت کے امام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت کے محبّ تھے اگرچہ ائمہ حدیث اُن کی روایت میں ضُعف بیان کرتے ہیں اور اُسے اہلِ رائے کے امام کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ بخاری نے کہا محدثین ابوحنیفہ کی رائے اور حدیث سے خاموش ہیں"۔

حنفی ابُو حنیفہ کے مخالف ہیں

دار قطنی نے کہا! ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ کے علاوہ اِس حدیث کی سند نہیں اور وُہ دونوں ضعیف ہیں اور اِن سے مرجئہ، معتزلہ اور بہت سے جہمیہ ہیں اور یہ لوگ ابو حنیفہ کی اتباع کی طرف بُلاتے ہیں باوجود اِس کے یہ لوگ اصُول و فروع میں اُن کے مخالف ہیں۔

ابو حنیفہؒ اللہ تعالےٰ کی صفات میں تاویل سے منع کرتے ہیں اور یہ لوگ تاویل کرتے ہیں۔

ابُو حنیفہؒ کہتے ہیں! اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور زمین میں نہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں وُہ ہر مکان میں ہے۔

ابُو حنیفہؒ قرآن و حدیث کے علاوہ کُتب پڑھنے سے روکتے ہیں اور یہ منطق، فلسفہ اور نجوم پڑھتے ہیں۔

ابُو حنیفہؒ کہتے ہیں! اگر میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو اور حدیث رسُول کی اتباع کرو اور یہ بجائے احادیث صحیح کو رد کر دیں گے اور ابُو حنیفہ کے قول پر جمے رہیں گے۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں مُرسل اور ضعیف حدیث کی موجودگی میں قیاس کو

ترک کر دو یہاں تک کہ صحابی کا قول مل جائے تو قیاس چھوڑ دو اور یہ لوگ باوجود قیاس کے خلاف صحیح اور مرفوع حدیث موجود ہونے کے قیاس کو نہیں چھوڑتے۔

ابو حنیفہ غناء و مزامیر سے منع کرتے ہیں اور یہ غناء و مزامیر کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ اطاعت سے پھر جانے پر نیکی کے امیدوار ہیں۔

نیچری اور چکڑالوی فرقہ

رہا نیچری فرقہ جو احمد خاں کشمیری کی اتباع کرتا ہے تو وہ لوگ مسلمان نہیں بلکہ کفار و ملحدین ہیں اور ان کو امت میں شمار کرنا درست نہیں بلکہ وہ اہل قبلہ سے نہیں جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ ایسے ہی فرقہ چکڑالویہ جو عبداللہ چکڑالوی کی اتباع کرتا ہے یہ لوگ سنت کا قطعی انکار کرتے ہیں اور تمام احادیث کو ناقابلِ اعتماد قرار دیتے ہیں رب العباد کی ان پر لعنت ہو۔

مہدویہ اور قادیانی فرقہ

ایسے ہی فرقہ مہدویہ ہے ان کا گمان ہے کہ سید محمد جونپوری مہدی موعود ہے جو اس کے راستے کے ساتھ آکر چلا گیا اور ان کے دوسرے عقائدِ فاسدہ کفر کے درجہ تک پہنچتے ہیں۔

ایسے ہی گمراہ فرقہ قادیانی ہے جو ہمارے زمانے میں شیخ دجال کے دسائس سے پنجاب کے ایک گاؤں قادیاں میں پیدا ہوا یہ ہندوستانی غلاموں میں سے ہے اور اس کا نام مرزا غلام احمد ہے کبھی یہ کہتا ہے

میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور دنیا کی طرف نہیں آئیں گے کبھی مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی کہتا ہے وہ خاتم النبیین ہے،

کتاب ایمان و اعتقاد تمام ہوئی.

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تاجدارِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک کی وہ سچی اور پاکیزہ تصویر جو عشاقِ رسول کی آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور عطا کرتی ہے

سیرتِ حلبیہ

اردو

مؤلف

امام المحدثین حضرت علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی

مترجم

مولانا محمد اسلم چشتی فاضل

ناشر

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

فون نمبر ۲۶-۵۶

حزن و فغاں اور درد و الم کی جانکاہ تصویر

روضۃ الشہداء

تصنیف

حضرت علامہ مولانا حسین کاشفی صاحب

ترجمہ

حضرت علامہ مولانا صائم چشتی

ناشر

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

فون ۲۶۷۵۶

الفاطمۃ بضعۃ منی الحدیث

البتول

سلام اللہ علیہا

الحاج صائم چشتی

چشتی کتب خانہ

فون ۶۷۵۶

سیرت و غزوات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قدیم ترین کتاب

کتاب المغازی

مؤلف

امام المغازی حضرت امام محمد بن عمر بن واقد الواقدی

مترجم

حضرت علامہ الحاج صائم چشتی فاضل [illegible]

ناشر

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

فون نمبر ۲۶-۵۶